حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

سیرت ائمہ پر مستند اور مختصر کتب کا سلسلہ

تحریر: مجلس مصنفین ادارہ در راہ حق۔ قم۔ ایرا

دار الثقافۃ الاسلامیۃ پاکستان

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

تحریر

مجلس مصنفین ادارہ درراہِ حق۔ قم ایران

ترجمہ

ادارہ نورِ اسلام

یکے از مطبوعات

نام کتاب ـــــــــــــــ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

تحریر ـــــــــــــــ مجلسِ مصنفین ادارۂ در راہِ حق (قم ایران)

ترجمہ ـــــــــــــــ نورِ اسلام، فیض آباد

ناشر ـــــــــــــــ دار الثقافۃ الاسلامیہ پاکستان

کتابت ـــــــــــــــ حسن اختر۔ لکھنؤ

تاریخ اشاعت ـــــــــــــــ شوال ۱۴۱۲ھ اپریل ۱۹۹۲ء

انتساب

جس نے ــــــ قیدخانے کو مرکزِ معارف بنا دیا!

جس نے ــــــ خاموش رہ کر سیاستِ جور کا چہرہ بے نقاب کر دیا!

جس نے ــــــ حکومتِ وقت کی کلائی مروڑ دی۔

جس نے ــــــ گمراہی کے طوفان میں ہدایت کی شمع روشن کی!

جس نے ــــــ ظلم و جور، استبداد کے گھٹاٹوپ ماحول میں اخلاقیات کے درس دیے!

حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام

کی بارگاہ اقدس میں

ایک حقیر نذرانہ

"نورِ اسلام"

رہنمائے کتاب

حرفِ آغاز

حضرت مرسلِ اعظمؐ کی تواتر سے ثابت شدہ حدیث "حدیثِ ثقلین" ہے۔ یہ وہ حدیث ہے جس کو ہر دور کے علمائے حدیث نے ذکر کیا ہے۔ اس حدیث میں آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے: ———

" میں تمہارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں:

۱. **قرآن** — اور

۲. **میرے اہلِ بیت**

جب تک تم ان دونوں سے متمسک رہو گے ہرگز گمراہ نہیں ہوگے، اور یہ دونوں کبھی بھی ایک دوسرے سے جُدا نہیں ہوں گے۔"

جب کسی قوم کا شیرازہ منتشر ہو جاتا ہے تو وہ قوم ترقی کی راہ سے ہٹ کر تنزل اور بے راہی کی طرف چل پڑتی ہے اور افراد کی ساری صلاحیتیں صحرا کے ذروں کی طرح برباد ہو جاتی ہیں۔ ہر شخص اپنی دنیا الگ تعمیر کرتا ہے۔ اس صورت میں ہوتا یہ ہے کہ ایک ہی فن کے ماہر متعدد افراد مل جاتے ہیں، جب کہ بقیہ دوسرے اہم امور بالکل تشنہ رہ جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے

کہ افرادِ قوم کے درمیان صلاحیت اور استعداد کی بنیاد پر کوئی تنظیم نہیں ہے اور جب تک صلاحیت کو بروئے کار نہیں لایا جائے گا ان کو قوت سے فعلیت کی منزل تک نہیں پہونچایا جائے گا اس وقت تک ان میں جلا پیدا نہیں ہوگی، بلکہ اس بات کا امکان زیادہ ہے کہ استعداد میں زنگ لگ جائے جس کی بنا پر قوم فکری طور پر "فقر" کا شکار ہو جائے اور یہ فکری انحطاط انسان کو حیوان کی صف میں کھڑا کر دیتا ہے۔

جب کوئی قوم فکری انحطاط کے دلدل میں اس قدر دھنس جاتی ہے کہ اس قوم کے افراد کو غیر متعلق، بے سُود بلکہ نقصان دہ اور کردار کش افراد کے سوانح اور ان کی جزئیاتِ زندگی کا تو با قاعدہ علم رہتا ہے لیکن یہ لوگ کردار ساز اور انقلاب آفریں افراد کے حالاتِ زندگی سے بالکل غافل اور بے بہرہ رہتے ہیں۔

اس صورت میں وقت کی اہم ترین ضرورت یہ ہے کہ منتشر شدہ شیرازہ کو ایک نقطہ پر جمع کیا جائے اور بکھری ہوئی صلاحیتوں کو ایک مرکز پر متمرکز کیا جائے، تاکہ مختصر سی مدت میں زیادہ سے زیادہ کام انجام دیا جا سکے۔

حضرت مرسلِ اعظمؐ کا ایک عظیم ترین کارنامہ یہ بھی ہے کہ آنحضرتؐ نے اس وقت کے لوگوں کو سب سے پہلے یہ احساس دلایا کہ انسان اپنے فکری سرمایہ کی بنا پر تمام دوسری مخلوقات سے منفرد اور ممتاز ہے پھر آنحضرتؐ نے ہر ایک کی استعداد اور صلاحیت کی راہنمائی فرمائی اور ان کو صحیح راستے پر لگایا۔ یہی وجہ تھی کہ جاہل اور بدو عرب مختصر سی مدت میں علم اور ثقافت کا ہمالیہ بن گئے ساری قومیں تہذیب اور تمدن میں ان کی دست نگر بن گئیں اور مسلمان ہی جدید علوم کا سرچشمہ قرار پائے۔

یہ مسلمان ہی تھے جن کے علوم و فنون کے انوار سے ساری کائنات جگمگا اُٹھی۔

لیکن جیسے جیسے شیرازہ منتشر ہونے لگا اور صلاحیتیں غلط راستوں پر کام کرنے لگیں تو

مسلمان بھی جہالت، نفاق اور تنزلی کی تاریک وادیوں میں حیراں و سرگرداں پھرنے لگے۔ وہ قومیں، جنھوں نے کل مسلمانوں سے علم و تمدن کی بھیک مانگی تھی، آج وہی قومیں مسلمانوں کی سرپرست و سردار ہو گئیں۔

اب ایسی صورت میں ضرورت اس بات کی ہے کہ ایسی شخصیتوں کا تذکرہ کیا جائے جن کی سیرت نے کل کے بھٹکتے ہوئے انسانوں کو نجات دی تھی اور ظلم و جور، ضلالت و گمراہی کے پُرآشوب اور گھٹاٹوپ ماحول میں انسانوں کو ہدایت کے راستہ پر ثابت قدم رکھا تھا۔ اور ان کو صحیح اسلام سے روشناس کرایا تھا اور انسانی زندگی کو قرآنی سانچے اور مزاج وحی کے مطابق ڈھالا تھا۔ جنھوں نے خاموش اور گوشہ نشین رہ کر اسلامی اقدار کی حفاظت کی تھی۔

انھیں حضرات کی پیروی کی طرف قرآنی آیات اور احادیث پیغمبر اسلامؐ اشارہ کر رہی ہے۔ یہ کردار ساز اور انقلاب آفریں سیرت و کردار کے حامل رسولؐ اکرم کے پاک اہل بیت ہیں، جن کی پیروی کا صرف رسول خدا نے حکم نہیں دیا بلکہ اس بات کی بھی ضمانت لی ہے کہ جو بھی ان سے تمسک اختیار کرے گا وہ ہرگز ہرگز گمراہ نہیں ہوگا۔

انسانیت کا قافلہ اس وقت جس دور سے گزر رہا ہے اس کے لیے صحیح رہبری کی ضرورت جتنی اس وقت ہے اتنی شاید کبھی نہ تھی اس وقت کی اہم ترین ضرورت یہ ہے کہ مسائل کو معارف محمد وآل محمد علیہم السلام کے تناظر سے دیکھا جائے اور انھیں کی روشنی میں اس کا حل تلاش کیا جائے۔

"نورِ اسلام"

اسمِ مُبارک ـــــــ موسیٰ

لقب ـــــــ کاظم

کُنیت ـــــــ ابوالحسن

والدِ بزرگوار ـــــــ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام

والدۂ ماجدہ ـــــــ حمیدہ

تاریخ ولادت ـــــــ ۷ صفر سنہ ۱۲۸ ہجری

تاریخ شہادت ـــــــ ۲۵ رجب سنہ ۱۸۳ ہجری

مدفن ـــــــ کاظمین (بغداد) عراق

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ه
وَبِہٖ نَسْتَعِیْن

ابواء کی وہ صبح بھی کیا عجب صبح تھی، اس کا رنگ ہی کچھ اور تھا، آفتاب کی سنہری شعاعوں نے درختوں کو کرتک طلائی لباس پہنا رکھا تھا اور مٹی کے در و دیوار پر اس کا عکس عجب دل فریب منظر کی ترجمانی کر رہا تھا۔

گھروں سے چراگاہ کی جانب جاتے ہوئے اونٹ اور گوسفندوں کی صدائیں دل کو لبھا رہی تھیں صبح کی تازگی دل و دماغ میں بسی جا رہی تھی، رُوح میں بالیدگی بڑھتی جا رہی تھی۔

اور اُدھر دُور ــــــ تالاب کے کنارے گاؤں کی عورتیں شیریں پانی گھڑوں اور مشکوں میں بھر رہی تھیں۔ نسیم صبح اٹکھیلیاں کر رہی تھی، حسین اور خوش نما طائر ادھر ادھر اڑ اڑ کر نسیم صبح کا مزہ لوٹ رہے تھے اور دیکھتے دیکھتے پانی میں غوطہ زن ہو جاتے جیسے گرمی سے ان کے سینے کباب ہو گئے ہوں۔ تالاب کے کنارے ایک قبر کے سرہانے کھجور کا ایک درخت ایک عظیم تاریخ کی یاد دلا رہا تھا۔ سائے کی چادر پوری قبر پر پڑی ہوئی تھی۔ اس قبر پر ایک عورت جھکی ہوئی کچھ راز و نیاز کی باتیں کر رہی تھی ــــ اور پھر اس نے آہستہ آہستہ اس قبر پر اپنے رُخسار رکھ دیئے۔ وہ چپکے چپکے رو رہی تھی اور کچھ کہے جا رہی تھی ...... نسیم صبح کی زبانی جو الفاظ معلوم ہوئے شاید وہ یہ تھے : ــــــــ

”اے پیغمبر اسلامؐ کی والدہ ماجدہ۔ آمنہؑ ــــ ہزاروں سلام ہوں تمھاری

روحِ پاک پر ـــــ اے عظیم المرتبت خاتون جو اپنے وطن سے دُور دفن کی گئیں ـــــ میں حمیدہ آپ کی بہو ہوں۔ آپ کی امانت اپنے شکم میں چھپائے ہوئے ہوں۔ شام سے جو حالت ہو رہی ہے اس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ کل تک یہ امانت آپ کے فرزند کے حوالے کر دوں گی ـــــ اسی بابرکت گاؤں میں جس میں آپ ابدی نیند سو رہی ہیں۔

اے بلند مرتبہ خاتون! آپ کے فرزند نے مجھے یہ خبر دی ہے کہ میرا یہ فرزند آپ کے فرزند ارجمند پیغمبر اسلامؐ کا ساتواں جانشین ہوگا ـــــ آپ خُدا کی بارگاہ میں دُعا فرمایئے کہ میں اس فرزند کو صحیح وسالم آپ کے فرزند کے حوالے کر سکوں۔"

اب آفتاب بلند ہو چکا تھا اور اس کی شعاعیں قبر پر پڑ رہی تھیں۔

حمیدہ دھیرے دھیرے اُٹھیں، اپنے کپڑے کو جھٹکا دیا تاکہ کپڑے میں لگی ہوئی خاک صاف ہو جائے۔ پھر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گئیں۔

کچھ دیر بعد آفتاب تھوڑا اور بلند ہوا۔ ابواء کے صاف وشفاف آسمان کے نوری چشمے میں گاؤں کے کبوتر غوطے لگا رہے تھے۔ عورتیں جلدی جلدی ادھر اُدھر جانے لگیں۔ اتنے میں دو عورتیں مشکے لئے تالاب پر آئیں اور جلدی جلدی پانی بھرنے لگیں۔ وہ ایک دوسرے سے کہہ رہی تھیں: ـــــ

بہن! لوگ کہہ رہے ہیں کہ جب امام جعفر صادق علیہ السلام کے کانوں تک اس تازہ مولود کی خبر پہونچی تو انھوں نے ارشاد فرمایا،

"میرے جانشین، ساتویں رہبر اور بہترین خلق خدا کی ولادت ہوئی ہے۔" (۱)

---

(۱) اصول کافی ج ۱، ص ۳۰۷

امام اور حکومتِ بنی عبّاس

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ابھی چار سال کے تھے کہ بنی امیہ کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

بنی اُمیّہ کی عرب نژاد حکومت نے ہمیشہ ظلم و ستم کو روا رکھا تھا اور عوام کے حقوق با آسانی پامال کئے جا رہے تھے اور خاص کر ایرانیوں کے حقوق، جن کے لئے حکومت کے دل میں کوئی گنجائش نہیں تھی۔ ایرانیوں نے حضرت علی علیہ السلام کی عدالت پرور اور عدل گستر حکومت دیکھی تھی اور وہ اسی قسم کی حکومت کے خواہاں تھے۔ یہ تمام باتیں اس بات کا سبب قرار پائیں کہ لوگ دھیرے دھیرے بنی اُمیّہ سے برگشتہ ہونے لگے اور دلوں میں لاوے پکنے لگے۔ موقع پرست سیاست دانوں نے عوام کے پاک جذبات سے کھیلنا شروع کر دیا۔ آزادی اور عدل و انصاف کے نام پر لوگوں کی ہمدردی حاصل کرنے لگے۔ ابو مسلم خراسانی کی مدد سے بنی امیہ کی بساط حکومت ہمیشہ کے لئے تہ کر دی گئی۔ مگر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے بجائے خلافت یا دوسرے الفاظ میں حکومت کی باگ ڈور ابو العباس سفاح عباسی کے ہاتھوں میں دے دی اور اس کو تختِ حکومت پر براجمان کرا دیا۔

اور اس طرح حکومت کے چہرے بدلے گئے اور حاکم وقت نے حکومت کے بجائے خلافت اور جانشینیِ رسوؐل کی قبا اپنے جسم پر کس لی اور ۱۳۲ ہجری کی بات ہے۔ نئی حکومت پچھلی حکومت سے کسی چیز میں کم نہ تھی بلکہ اس نے بعض چیزوں میں تو بنی امیہ کو کافی پیچھے چھوڑ دیا تھا ہاں اتنا فرق ضرور ہے کہ بنی امیہ زیادہ دنوں تک حکومت نہ کر سکے جبکہ بنی عباس ۶۵۶ ہجری تک حکومت پر ڈٹے رہے یعنی ۵۲۴ سال تک ان کے ہاتھوں میں حکومت کی باگ ڈور رہی۔ وہ عوام کے حقوق کو بے دریغ پامال کرتے رہے۔

ہمارے ساتویں امام حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام کی زندگی ان حکمرانوں کے دور میں گزری ——
ابوالعباس سفاح، منصور دوانیقی، ہادی، مہدی اور ہارون —— ان میں کا ہر ایک اپنے فن کا شاہ فرد تھا۔ کسی نے بھی امامؑ پر ظلم ڈھانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ ہمیشہ امامؑ کو طرح طرح کی اذیتیں پہونچاتے رہے۔

امام عالی مقام کے لئے یہی بات کیا کم روح فرسا اور صبر آزما تھی کہ ایسے اہرمن صفت افراد حاکم اسلام ہوں اور ملتِ اسلامیہ ان کے ہاتھوں میں کھلونا بنی ہوئی ہو، چہ جائیکہ منصور دوانیقی سے لے کر ہارون تک ہر ایک نے دل کھول کر امامؑ پر ستم ڈھائے اور یہ لوگ جو کچھ نہ کر سکے وہ اس بنا پر نہیں کہ کرنا نہیں چاہتے تھے بلکہ اس بنا پر کہ بقیہ چیزیں ان کے دائرہ اختیار سے باہر تھیں۔

سنہ ۱۳۶ھ میں "ابوالعباس سفاح" کا انتقال ہوگیا اور اس کا بھائی منصورؔ دوانیقی اس کی جگہ پر آ بیٹھا۔ منصور نے شہر "بغداد" کی بنیاد ڈالی اور ابومسلم (جس کی جانفشانیوں کے نتیجہ میں بنی عباس برسرِ کار آئے تھے) کو قتل کر ڈالا، اور جب حکومت پر منصور کی گرفت مضبوط ہوگئی تو اس وقت اس نے اپنی کینچل اتار پھینکی اور حضرت علی علیہ السلام کی اولاد کو ہر طرح سے ستایا، کتنوں کو قتل کر ڈالا۔ کتنے زنداں کی نذر ہو گئے۔ کتنوں کے مال و اسباب لوٹ لئے اور اکثر کو تو صفحۂ ہستی ہی سے نیست و نابود کر دیا، اور ان لوگوں میں سر فہرست حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا نام نامی ہے جنھیں منصور نے قتل کرایا۔

منصورؔ خونخوار، سفاک، مکار، بخیل، حریص و حاسد تھا اور وفا تو اس کے پاس نام کو بھی نہ تھی، یہ بے وفائی کا نتیجہ تھا جس کی بنا پر ابومسلم کو قتل کرایا، وہ ابومسلم جس نے بنی عباس کو تختِ خلافت پر بٹھانے کے لئے زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے اور یہی وجہ ہے کہ ابومسلم سے منصورؔ کی بے وفائی ایک تاریخی مثال بن چکی ہے۔

جس وقت منصور نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کو قتل کرایا، اس وقت حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی عمر بیس سال تھی اور پھر ۳۰ برس کی عمر تک منصور کی ظالمانہ حکومت قائم رہی، اس دور میں آزادیاں سلب کر لی گئی تھیں، شہر زنداں بن چکے تھے، ہر طرف ایک حبس کا ماحول تھا، کسی کو دم مارنے کی فرصت نہ تھی، لیکن امام عالی مقام اس دور میں بھی بندگانِ خدا کی ہدایت فرماتے رہے اور ان کے امور کی اصلاح فرماتے رہے۔ اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں بھی آپ نے ہدایت کی شمع روشن رکھی۔

۱۵۸ھ میں منصور ہلاک ہوگیا اور اس کا بیٹا "مہدی" اس کا جانشین ہوا۔ مہدی کی سیاست اپنے باپ کی سیاست سے کچھ مختلف تھی۔ اس کی سیاست عوام کو دھوکا اور فریب دینے پر مشتمل تھی مگر روحِ سیاست وہی تھی۔

مہدی نے اپنے باپ کے زمانے کے سیاسی قیدیوں کو آزاد کر دیا، جن میں سے اکثریت شیعیان علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی تھی۔ مگر بعض شیعیانِ علی پھر بھی زنداں کی نذر رہے۔ مہدی نے وہ اموال بھی واپس کر دیئے جو اس کے باپ نے زبردستی حاصل کیے تھے۔ مگر اس کے دل میں بھی شیعیان علی کے لئے کوئی نرم گوشہ نہیں تھا، وہ ان کے اعمال وافعال پر سخت نگاہ رکھتا تھا۔ اس کے برخلاف جو لوگ اہلِ بیت علیہم السلام کے دشمن تھے ان کو دل سے دوست رکھتا تھا اور اگر کوئی شاعر آلِ علی کی مذمت میں شعر اور ہجو کہتا تھا اس کو بے پناہ انعام واکرام سے نوازتا تھا، یہاں تک کہ اس نے ایک دفعہ "بشار بن برد" کو ستر ہزار درہم دیئے اور "مروان بن ابی حفص" کو ایک لاکھ درہم دیئے۔

یہ شخص بیت المال مسلمین کو اپنی ذاتی ملکیت سمجھ بیٹھا تھا اور ساری دولت اس کی عیاشی پر صرف ہوتی۔ شراب وکباب اس کا دن رات کا مشغلہ تھا، اس نے اپنے لڑکے ہارون کی شادی پر ۵ کروڑ درہم خرچ کیے تھے۔

مہدی کے عہد حکومت میں امام علیہ السّلام کی مقبولیت بڑھتی گئی، وہ علم و دانش، فضیلت اور تقویٰ کے آسمان پر نیّر تاباں بن کر چمک رہے تھے اور ساری کائنات اس مہر درخشاں کی ضیاباریوں سے مستفید ہو رہی تھی۔ لوگ گروہ در گروہ آپ کے گرویدہ ہوتے جا رہے تھے اور آپ کے سرچشمۂ علم و دانش سے بقدرِ ظرف استفادہ کر رہے تھے اور اپنی علمی و معنوی تشنگی بُجھا رہے تھے۔

مہدی کے جاسوس یہ تمام باتیں مہدی کے گوش گذار کرتے رہے اور یہ بات بھی سمجھاتے رہے کہ امام کی مقبولیت اس کی خلافت اور حکومت کے لئے زبردست خطرہ ہے۔ یہ بات مہدی کے دل میں اتر گئی اور اسے واقعۃً اپنا تخت حکومت ڈگمگاتا نظر آیا۔ اس نے فوراً یہ حکم دیا کہ امامؑ کو جلد از جلد مدینہ سے بغداد لایا جائے اور پھر قید کر دیا جائے۔

"ابو خالد زبالہ" کا بیان ہے کہ" اس حکم کے بعد فوراً ہی متعدد افراد مدینے روانہ کیے گئے مدینے سے بغداد جاتے وقت امام عالی مقام "زبالہ" میں میرے گھر میں تشریف فرما ہوئے۔

جب تعینات کردہ افراد ذرا ہٹ گئے تو اس مختصر سے وقت میں امام نے مجھ سے فرمایا کہ میرے لیے فلاں فلاں چیز خرید لاؤ۔ میں یہ حال دیکھ کر بے حد پریشان تھا۔ میں نے امام کی خدمت میں دست بستہ عرض کی کہ مولا! آپ ظالم و جابر کے پاس جا رہے ہیں، مجھے ڈر لگ رہا ہے میں بہت زیادہ مطمئن نہیں ہوں۔

امامؑ نے فرمایا: میں بالکل مطمئن ہوں اور مجھے اس سلسلے میں کوئی ڈر نہیں ہے، اور تم فلاں فلاں مقام پر میرا انتظار کرو۔

امام علیہ السلام بغداد تشریف لے گئے۔ میں مستقل پریشان تھا اور کافی بے چینی سے

---

(۱) جزوۃ الامام ج ۱ ص ۳۳۹ - ۳۴۵

دن تمام کر رہا تھا، یہاں تک کہ وہ دن بھی آپہونچا جس کو امام علیہ السلام فرما گئے تھے۔ میں اس دن اس مقام پر پہونچ گیا جو امام علیہ السلام بتا گئے تھے۔ میرا دل بُری طرح دھڑک رہا تھا۔ اگر پتہ بھی ہلتا تو میں اس کی طرف متوجہ ہو جاتا تھا۔ میں امام کے انتظار میں دیوانہ وار ادھر اُدھر دوڑتا پھرتا۔ یہاں تک کہ آفتاب دھیرے دھیرے ڈھلنے لگا اور افق پر سُرخی چھانے لگی کہ ناگہاں بہت دُور مجھے ایک سایہ نظر آیا۔ دل چاہ رہا تھا کہ کسی طرح اُڑ کے وہاں تک پہونچ جاؤں مگر یہ بھی خطرہ تھا کہ اگر امام نہ ہوئے تو اس صورت میں میرے لیے خطرہ یقینی ہے کیونکہ اس طرح میرا راز دوسرے کو معلوم ہو جاتا۔ یہ صورت میرے لئے ایک مصیبت بن جاتی۔ لہٰذا میں اپنی جگہ کھڑا انتظار کرتا رہا۔ یہاں تک کہ امام علیہ السلام میرے بالکل نزدیک آ گئے۔ اس وقت آپ ایک خچر پر سوار تھے، جیسے ہی امام علیہ السلام کی نگاہ مجھ پر پڑی فوراً ارشاد فرمایا:

"اے ابو خالد شک نہ کرو۔" پھر امام نے فرمایا: "مجھے ایک بار پھر بغداد بلایا جائیگا اور پھر میری واپسی نہ ہوگی" ___ اور جیسا امام فرما گئے تھے بالکل ویسا ہی ہوا۔ [۱]

ہاں اسی سفر میں جب مہدی نے امام علیہ السلام کو بغداد میں قید کر دیا تو ایک رات حضرت علی علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ وہ مہدی کو مخاطب کر کے یہ آیۂ کریمہ تلاوت فرما رہے ہیں

فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ [۲]

"کیا تم سے اسی بات کی امید ہے کہ جب حکومت تمہارے پاس ہو تو تم زمین میں فساد پھیلاتے رہو اور قطع رحم کرو۔"

ربیع کا بیان ہے کہ نصف شب کو مہدی کا فرستادہ میرے پاس پہونچا۔ میں بہت

---

(۱) بحار الانوار ج ۴۸ ص ۷۱، طبع جدید، اعلام الوریٰ ص ۲۹۵ طبع علمیہ اسلامیہ

(۲) سورہ محمد آیۃ ۲۲

پریشان تھا کہ معاملہ کیا ہے، کون سی مصیبت میرے سر پر نازل ہونے والی ہے۔ جب میں مہدی کے پاس پہونچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ اس آیت کی تلاوت کر رہا ہے فهل عسيتم... الخ پھر مجھ سے کہنے لگا ــــ "جاؤ اور ابھی موسیٰ کاظم کو میرے پاس لاؤ"۔

میں فوراً امام کی خدمت میں حاضر ہوا اور امام کو اپنے ہمراہ لایا، امام کو دیکھتے ہی مہدی سروقد تعظیم کے لئے کھڑا ہو گیا اور امام کی پیشانی مبارک کا بوسہ لیا اور امام کو اپنے پہلو میں جگہ دی۔ پھر امام کی خدمت میں اپنا خواب دہرایا۔

مجھ سے کہنے لگا کہ ابھی امام کو آزاد کردو اور مدینے کے لئے ایک سواری کا انتظام کرو میں نے فوراً ایک سواری کا بندوبست کیا کہ خدا نخواستہ صبح کو کوئی اور بات پیش آجائے اور مہدی کی رائے بدل جائے۔ میں فوراً سواری لایا اور میں نے امامؑ کو اس پر سوار کیا اور صبح ہوتے ہوتے امام مدینے روانہ ہو چکے تھے۔ (۱)

امام کو آزاد کرنے کے بعد بھی مہدی امام علیہ السلام سے غافل نہ تھا بلکہ امام کے چاروں طرف سخت پہرے بٹھا دیے تھے۔ امام علیہ السلام کو ذرا بھی آزاد فضا میں سانس لینے کا موقع نہ تھا۔ اس نگرانی کے باوجود بھی امام علیہ السلام لوگوں کی ہدایت فرماتے رہتے تھے اور اہل علم کے علمی و ثقافتی معیار کو سربلند فرماتے رہے، ان کو اسلامی تعلیمات سے آگاہ کرتے رہے یہاں تک کہ ۱۶۹ھ میں مہدی کا انتقال ہو گیا اور وہ اپنے کیفر کردار کو پہنچا، اور پھر اس کی جگہ اس کا بیٹا ہادی تخت نشین ہوا۔

ہادی کی سیاست اپنے باپ کی سیاست سے بالکل مختلف تھی، اس نے تو نام کی آزادی بھی لوگوں سے چھین لی تھی اور کھلے عام حضرت علی علیہ السلام کی اولاد کو برا بھلا کہا کرتا

۱۔ تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۰، ۳۱۔

اور ہر طرح سے ان کو اذیتیں پہونچاتا رہتا، طرح طرح کے مصائب و آلام میں گرفتار کرتا رہتا۔ وہ تمام چیزیں جو اس کے باپ نے لوگوں کو دی تھیں وہ سب اس نے ضبط کر لیں۔ اس کے دور حکومت کا سب سے المناک واقعہ، حادثۂ فخ ہے۔

حادثۂ فخ

جب پانی سر سے اونچا ہو گیا، لوگ بنی عباس کے ظلم و ستم سے عاجز آ گئے اور ان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تو اس وقت علی علیہ السلام کی اولاد سے "حسین بن علیؑ" نے حکومت وقت کے خلاف قیام کیا اور تقریباً تین سو افراد کے ہمراہ مدینے سے مکّہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

فخ نامی جگہ پر ہادی کی فوج نے ان کا محاصرہ کر لیا اور تمام افراد کو ایک طرف سے تہ تیغ کر دیا اور فخ کی زمین خون سے سُرخ ہو گئی۔ واقعہ کربلا کے مناظر لوگوں کی نگاہوں میں پھر گئے۔ ان تمام افراد کے سر جسم سے جُدا کر لیے گئے اور شہدار کے تمام سر مدینے لائے گئے اور ایک ایسے اجتماع میں جہاں حضرت علی علیہ السلام کی تمام اولاد جمع تھی اور خود امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بھی تشریف فرما تھے۔ شہدار کے تمام سرلوگوں کے سامنے پیش کیے گئے۔ لوگ اس قدر ڈرے اور سہمے ہوئے تھے کہ کسی کی زبان سے کچھ نہ نکلا۔ ہاں جب امام علیہ السلام کی نگاہ حسین ابن علی کے سر مبارک پر پڑی تو آپ کی زبان مُبارک سے یہ الفاظ جاری ہوئے:[1] ـــــــ

انا للہ وانا الیہ راجعون مضیٰ واللہ مسلماً صالحاً صواماً قواماً امراً بالمعروف وناھیاً عن المنکر ماکان فی اھلبیتہ مثلہ

"ہم خدا ہی کے لئے ہیں اور ہماری بازگشت بھی اسی کے لئے ہے۔

---

(۱) مقاتل الطالبین ص ۴۴۰

خدا کی قسم انھوں نے اس حال میں شہادت پائی کہ عقیدے کے پکے مسلمان تھے اور عمل کے لحاظ سے صالح اور ایمان دار تھے۔ بہت زیادہ روزہ رکھتے تھے اور ہمیشہ رات عبادتوں میں بسر کرتے تھے۔ لوگوں کو اچھی باتوں کا حکم دیتے تھے اور بُری باتوں سے روکا کرتے تھے اور ان کے خاندان میں ان جیسا کوئی نہ تھا۔ (۱)

ان تمام باتوں کے علاوہ ہادی کو اخلاقیات سے بھی کوئی تعلق نہ تھا، وہ ہمیشہ شراب وکباب میں غرق رہتا، عیش ونوش میں اس کی زندگی بسر ہوتی تھی۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ "یوسف صیقل" نے چند اشعار بہت ہی اچھی آواز میں ہادی کو سنائے، یہ اشعار سُن کر ہادی اس قدر مدہوش ہوا کہ ایک اونٹ کے بار کے برابر اُسے درہم و دینار انعام کے طور پر دیئے۔ (۲)

"ابن داب نامی" کا بیان ہے کہ ایک روز میں ہادی کے پاس گیا۔ اتنی کثرت سے اس نے شراب پی تھی کہ اس کی آنکھیں سُرخ ہوگئی تھیں۔ مجھ سے کہنے لگا کہ ایک ایسا قصہ بیان کرو جو شراب سے متعلق ہو۔ میں نے کچھ اشعار پڑھ کر اسے سنائے۔ ہادی نے وہ تمام اشعار لکھ لیے اور مجھے ۳۰ ہزار درہم انعام دیئے۔ (۳)

فنِ موسیقی کا استاد "اسحاق موصلی" کہا کرتا تھا کہ ہادی زندہ رہتا تو ہم اپنے گھروں کی دیواروں کو بھی سونے سے تعمیر کرتے۔ (۴)

سنہ ۱۷۰ھ میں ہادی بھی اپنے کیفر کردار کو پہونچا اور ھارون اسلامی مملکت کا بادشاہ

---

(۱) مقاتل الطالبین ص ۴۵۳ طبع مصر
(۲) تاریخ طبری ج ۱۰ ص ۵۹۲ طبع لندن
(۳) تاریخ طبری ج ۱۰ ص ۵۹۳
(۴) حیاۃ الامام ج ۱ ص ۴۵۸

بن گیا۔(۱) اور اس وقت حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی عمر مبارک ۲۰ سال تھی۔

ہارون کا دوران حکومت عباسی خاندان کے لئے ایک سنہرا موقع تھا، اور ساری ملتِ اسلامیہ گویا عباسیوں کی ملکیت تھی، بیت المال ان کی ہر خواہش کو پورا کرنے کے لئے ہر وقت کھلا رہتا تھا، کوئی روک ٹوک نہ تھی۔

جب ہارون لوگوں سے بیعت لے چکا تو اس نے یحییٰ برمکی (ایرانی) کو اپنی وزارت کے لئے منتخب کیا اور تمام اختیارات اسے سونپ دیئے۔ اسے اس بات کا پورا اختیار تھا جسے چاہتا منصب عطا کرتا اور جسے چاہتا معزول کر دیتا۔ یہاں تک کہ ہارون نے اپنی "مہر" بھی اس کے حوالے کر دی (۲) مملکت کے تمام امور یحییٰ برمکی کے سپرد کر کے خود عیش ونوش اور شراب وکباب میں مشغول ہو گیا۔ محفل ساز وطرب ہر وقت جمی رہتی اور یہ اسی میں مگن رہتا قیمتی جواہرات کا جمع کرنا اس کا مشغلہ تھا، لہو ولعب اس کی زندگی تھی۔

اس زمانے میں جبکہ دو یا چار سالہ گوسفند کی قیمت صرف ایک درہم تھی اس وقت بیت المال میں ۹۰ کروڑ ۲۰ لاکھ ۴۰ ہزار کی خطیر رقم موجود تھی۔ (۳)

بیت المال کی رقم کو ہارون اپنی ذاتی ملکیت تصور کرتا تھا اور بے دریغ خرچ کرتا تھا اس نے "اشجع" نامی شاعر کو اس کے قصیدے کے عوض دس لاکھ درہم[۴] دیئے اور ابراہیم موصلی موسیقی کار اور ابو العتاہیہ شاعر کو چند اشعار کے بدلے ایک لاکھ درہم اور سو جوڑے کپڑے انعام دیئے۔ (۵)

---

(۱) تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۰۰ طبع بیروت
(۲) طبری ج ۱۰ ص ۶۰۳
(۳) حیاۃ الامام ج ۲، ص ۲۹
(۴) " " ج ۲، ص ۳۹
(۵) " " ج ۲، ص ۳۲

ہارون کے محل میں ناچنے گانے بجانے والی عورتوں کی بھرمار تھی، ہر قسم کے ساز و آواز وہاں موجود تھے۔ (۱) محل نہیں تھا بلکہ سرد دوزخ تھا۔ ہارون کو جواہرات خریدنے کا بے پناہ شوق تھا، اس نے صرف ایک انگوٹھی کی قیمت ایک لاکھ دینار ادا کی۔ (۲)

صرف باورچی خانہ کا خرچ روزانہ دس ہزار درہم تھا اور کبھی کبھی تیس طرح کے انواع و اقسام کے کھانے دسترخوان پر موجود رہتے تھے۔ (۳)

ایک مرتبہ ہارون نے کھانے پر اونٹ کا گوشت طلب کیا اور جب یہ غذا تیار ہو کر ہارون کے سامنے آئی تو اس وقت جعفر برمکی نے کہا:

"خلیفہ کو معلوم ہے کہ اس غذا پر کتنا خرچ ہوا ہے۔؟"

"تین درہم!"

"نہیں! خدا کی قسم چار ہزار درہم خرچ ہوئے ہیں، کیونکہ ہر روز اونٹ ذبح کیا جاتا ہے تاکہ جب کبھی خلیفہ اس قسم کی غذا کی فرمائش کرے تو فوراً حاضر خدمت کی جا سکے۔" (۴)

ہارون جوا بھی خوب کھیلتا تھا اور شراب بھی جی کھول کر پیتا تھا اور کبھی تو عمومی مجلسوں میں یہ حرکت کرتا تھا (۵) اسی کے ساتھ ساتھ عوام کو بہلانے اور ان کو فریب دینے کے لئے حج ادا کرتا تھا اور کبھی مجلس وعظ بھی بلاتا۔ واعظ سے کہتا: "مجھے موعظہ کرو" اور جب کوئی واعظ نصیحت کرتا تو اس وقت خوب آنسو بھی بہاتا تھا۔

---

(۱) حیاۃ الامام ج ۲ ص ۶۲
(۲) الامامۃ والسیاسۃ ج ۲
(۳) حیاۃ الامام ج ۲ ص ۳۹
(۴) " ج ۲ ص ۴۰
(۵) " ج ۲ ص ۴۰

روشِ امامؑ

ہارون کو ہمیشہ یہ غم ستائے رہتا کہ آخر علیؑ کی اولاد ہماری حکومت کو تسلیم کیوں نہیں کرتی اور صرف اس بات کے لئے کہ آلِ علیؑ ہماری سلطنت و بادشاہت کو رسمی طور پر تسلیم کرلے۔ ہارون ہر امکانی کوشش کیا کرتا تھا۔ ان کو طرح طرح کی ایذائیں پہونچاتا۔ ان کی شخصیت اور کردار کو سبک کرنے کی کوشش کرتا، اور اس مقصد کے لئے اس نے بہت سے شاعر خرید رکھے تھے۔ ان شاعروں کا کام صرف یہ تھا اور یہ لوگ اسی کی روٹی کھاتے تھے کہ ہمیشہ ہارون اور اسکے خاندان کی مدح سرائی کرتے رہیں اور معاذاللہ آلِ علیؑ کی مذمت کریں، ان کے اخلاق فضائل پر پردہ ڈال دیں۔

"منصور نمری" نے ایک قصیدہ آلِ علیؑ کی ہجو میں کہا۔ ہارون نے قصیدہ سننے کے بعد حکم دیا کہ "منصور" کے لئے بیت المال کے دروازے کھول دیئے جائیں اور منصور کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ جتنا بھی لینا چاہے لے جاسکتا ہے۔ (۱)

ہارون نے بغداد میں رہنے والے تمام آلِ علی کو شہر بدر کردیا، اور ان میں سے بے شمار لوگوں کو قتل کرادیا، اور کتنوں کو زہر دے دیا (۲)

یہ تمام باتیں تو تھیں ہی، ہارون کو اس بات سے بھی کوفت تھی کہ آخر لوگ امام حسینؑ کی زیارت کے لئے اس قدر کیوں آمادہ ہیں، اور کیوں برابر زیارت سے شرفیاب ہوا کرتے ہیں۔ اپنی اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے اس نے یہ حکم دیا کہ وہ تمام گھر ڈھا دیئے جائیں جو امام حسین علیہ السلام

---

(۱) حیاۃ الامام ج ۲، ص ۷۷
(۲) مقاتل الطالبین ۵ ص ۳۶۳ - ۳۹۸

کی قبر کے اردگرد ہیں۔ اس نے یہ بھی حکم دیا کہ وہ درخت سدری بھی کاٹ ڈالا جائے تو قبر مطہر پر سایہ افگن ہے۔ (۱) جبکہ حضرت پیغمبر اسلامؐ پہلے ہی تین مرتبہ ارشاد فرما چکے ہیں کہ "خدا لعنت کرے اس شخص پر جو درخت سدری کو قطع کرائے"۔ (۲)

ایسے ماحول میں حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے لئے زندگی بسر کرنا کس قدر دشوار کام تھا، امام علیہ السلام کبھی بھی ایسی حکومت کی طرفداری نہیں کر سکتے تھے، کیونکہ آپ کے آباء واجداد نے کبھی بھی حکومت جور کی طرف داری نہیں کی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ان لوگوں سے راضی تھے جو مقام فخ میں شہید کئے گئے۔ جنھوں نے حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کرنا چاہا تھا۔ امام علیہ السلام شیعوں کے حالات کی باقاعدہ دیکھ بھال کرتے تھے اور ہر ایک کے لئے مناسب راہ و روش معین فرماتے اور اس پر کڑی نگاہ رکھتے۔ ہر ایک کا محاذ الگ الگ تیار کرتے۔ ذیل کے واقعہ سے اس بات کا باقاعدہ اندازہ ہوجاتا ہے کہ امام علیہ السلام اپنے اصحاب کو کردار کی کس منزل پر دیکھنا چاہتے تھے۔ انھیں یہ بات گوارا نہ تھی کہ ان کا کوئی دوست اور شیعہ باطل حکمرانوں سے تعاون کرے۔

"صفوانؓ بن مہران" کا شمار امام علیہ السلام کے خاص اصحاب میں ہوتا ہے۔ امام علیہ السلام نے صفوان سے ارشاد فرمایا:

"تمھاری تمام باتیں بہترین ہیں، تمھارے کردار کا ہر پہلو روشن او تابندہ ہے مگر یہ بات ذرا درست نہیں ہے اور وہ یہ کہ تم نے اپنے اونٹ ہارون کو کرائے پر دے دیئے ہیں!"

---

(۱) امالی شیخ طوسیؒ ص ۲۰۶ طبع نجف
(۲) امالی شیخ طوسی ص ۲۰۶

صفوان نے عرض کی:

"مولیٰ! میں نے سفر حج کے لئے اونٹ کرایہ پر دیے ہیں۔ میں نے صرف اونٹ دیے ہیں اور خود تو ان کے ہمراہ نہیں گیا، اور نہ جاؤں گا۔!"

امام علیہ السلام نے فرمایا:

"صرف اسی بات کے لئے تم اس بات کے خواہش مند ہو کہ ہارون کم از کم اس وقت تک تو زندہ رہے کہ وہ حج سے واپس آئے اور تمھارے اونٹ صحیح و سالم تم کو ملیں اور اس کا تمام کرایہ بھی تم کو وصول ہو۔"

صفوان نے عرض کی:

"مولیٰ! یہ بات تو ہے۔"

امام علیہ السلام نے فرمایا:

"ہر وہ شخص جو کسی ظالم و جابر کی حیات اور زندگی کا خواہاں ہو اس کا شمار بھی اسی ظالم کے زمرے میں ہوگا۔" (۱)

اور اگر بعض حضرات کو اس بات کی اجازت دی گئی تھی کہ وہ اپنے منصب پر قائم رہیں اور ہارون کی حکومت میں کام کرتے رہیں تو اس کی ایک سیاسی حیثیت تھی اور امام علیہ السلام انھیں حضرات کو اس بات کی اجازت دیتے تھے جن کے بارے میں پورا پورا اطمینان تھا، اور ان لوگوں کو اجازت اس لئے دی گئی تھی تاکہ اس ظالم و جابر حکومت کی نیرنگیوں کی اطلاع ملتی رہے اور شیعوں کی جان و مال کسی حد تک محفوظ رہے اور ان کا استحصال نہ

---

(۱) رجال کشی ص۲۴۰۔۲۴۱۔ "حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے یونس بن یعقوب سے ارشاد فرمایا کہ دیکھو اگر یہ لوگ مسجد بھی تعمیر کرا رہے ہوں تو اس وقت بھی ان کے ساتھ تعاون نہ کرنا۔"

(وسائل الشیعہ ص۱۲۰۔۱۳۰)

ہو سکے۔ اسی لئے جب "علی بن یقطین" نے اپنے منصب سے استعفیٰ دینے کا ارادہ کیا تو امام علیہ السلام نے اس بات کی اجازت نہ دی۔

ہاں خود امام علیہ السلام اور نہ آپ کے اصحاب ہی کسی وقت بھی اس حکومت کے ساتھ تعاون کرتے تھے خواہ کتنی مصیبت میں گرفتار کیوں نہ ہوں اور کتنی ہی مشکلات کا شکار ہوں۔

جس وقت امام علیہ السلام ہارون کے قید خانہ میں تھے اس وقت ہارون نے "یحییٰ بن خالد" کو امام کے پاس بھیجا اور کہا کہ اگر امام ہم سے عفو و درگزر کی درخواست کریں تو ہم ان کو فوراً آزاد کر دیں گے۔

امام نے ارشاد فرمایا: "یہ تو ہرگز نہیں ہو سکتا۔" (۱)

حکومت یہ خیال کر رہی تھی کہ مشکلات اور مصائب کی بھرمار امام علیہ السلام کے عزائم میں خلل پیدا کر سکتی ہے مگر حکومت وقت کو ہر قدم پر زک اٹھانا پڑی اور اس کی ہر کوشش ناکام ہوتی رہی۔ ایک مرتبہ امام علیہ السلام نے قید خانہ سے ایک خط ہارون کو لکھا جس کے جملوں پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حکومت اپنے ہر اقدام میں ناکام رہی اور اس سلسلے میں اسے کوئی بھی کامیابی نصیب نہیں ہوئی:

"مجھ پر گذرنے والا ہر دن سختی اور مشکلات میں گذر رہا ہے اور تیرا ہر دن آسائش و آرام میں گزر رہا ہے لیکن جب ہم دونوں ایک ایسی دنیا کی طرف روانہ ہو جائیں گے جہاں زوال نہیں ہے بلکہ دوام ہی دوام ہے اس دن ظالم و جابر ہی نقصان اٹھانے والے ہوں گے"۔ (۲)

---

(۱) غیبت شیخ طوسی ص۲۰ طبع حجری

(۲) تاریخ بغداد ج۱۳ ص۳۲

امام علیہ السلام کے یہ جملے ہارون کو کھلا ہوا چیلنج ہیں، اپنی کامیابی اور ہارون کی شکست کا اعلان کر رہے ہیں۔ یہ بات دُرست نہیں ہے کہ ہارون کو صرف اس بات کا خوف تھا کہ امام کی محبوبیت میں ہر روز اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے اور لوگوں کے دل ان کی طرف کھنچتے چلے جارہے ہیں اور نہ صرف حسد کی بنا پر امام علیہ السلام کو قید کیا تھا بلکہ ہارون کو اس بات کا یقین ہو چلا تھا کہ امام علیہ السلام ایک انقلاب کے لئے راہ ہموار کر رہے ہیں، اور امام کے شیعہ بالکل ہمارے ساتھ کوئی تعاون نہیں کر رہے ہیں اور حکومت کی نافرمانی کرنا اپنی شرعی ذمہ داری سمجھتے ہیں۔ اور ان لوگوں کو جب بھی موقع ملا ہماری بساط حکومت کو پلٹ کر رکھ دیں گے۔ یہ لوگ کردار کے اتنے پختہ ہیں کہ خزانوں کے ذریعہ بھی انھیں خریدا نہیں جاسکتا، اور آج کل جو خاموشی نظر آرہی ہے وہ اس وجہ سے نہیں ہے کہ ان لوگوں کا نظریہ بدل چکا ہے بلکہ یہ سکوت ایک طوفان کا پیش خیمہ ہے یہ حضرات صرف وقت اور مناسب موقع کے منتظر ہیں۔ لہٰذا اپنی گدّی کی خیر صرف اس میں ہے کہ لوگوں کو قید کر دیا جائے اور اسی لئے ہارون کو جب بھی موقع ملا وہ حضرت کے دوستوں کو قتل کراتا رہا اور ایک شہر سے دوسرے شہر انھیں شہر بدر کرتا رہا اور اس وقت تو بے حیائی کی کوئی انتہا نہ رہی جب ہارون عوام کو بہلانے کے لیے قبر رسول کی زیارت کے لئے آیا تو بجائے اس کے کہ اپنے ظلم و جور کے بارے میں عذر خواہی کرتا، پیغمبر اسلامؐ کو مخاطب کر کے کہنے لگا:

"اے رسول خدا! میں آپ کی خدمت میں اس بات کی معذرت چاہتا ہوں جو میں نے آپ کے فرزند عزیز حضرت موسیٰ بن جعفر کے بارے میں اختیار کی ہے۔ میں اس بات سے دلی طور پر راضی نہیں ہوں کہ ان کو قید کروں۔ مگر مجھے اس بات کا خوف ہے کہ آپ کی امت کے درمیان خونریزی ہو، لہٰذا میں آپ کے فرزند عزیز کو قید کر رہا ہوں۔"!!!

امام علیہ السلام وہیں نزدیک نماز پڑھ رہے تھے، ہارون نے حواریوں کو حکم دیا کہ امامؑ

کو قید کرلیا جائے اور بصرے کے ایک قید خانے میں قید کردیا جائے۔

امام علیہ السلام ایک سال تک بصرہ میں "عیسیٰ بن جعفر" کے قید خانے میں قید رہے۔ امام علیہ السلام کے اخلاق وکردار کا عیسیٰ بن جعفر پر ایسا اثر ہوا کہ اس نے ہارون کو خط لکھا کہ فوراً امام کو میرے پاس سے بلالیا جائے ورنہ میں ان کو آزاد کردوں گا۔

ہارون کے حکم کے مطابق امام کو بصرہ سے بغداد منتقل کردیا گیا اور یہاں انھیں "فضل بن ربیع" کے قید خانے میں رکھا گیا اور پھر کچھ ہی دنوں بعد امام علیہ السلام کو "فضل بن یحییٰ" کے قید خانے میں منتقل کردیا گیا۔ اور جب ہر ایک امام کے اخلاق وکردار سے متاثر ہوگیا تو آخر میں ہارون نے امام کو "سندی بن شاہک" کے قید خانے میں منتقل کردیا[1]

امام علیہ السلام کو اس قدر جلد، جو ایک قید خانے سے دوسرے قید خانے میں منتقل کیا جاتا رہا تو اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ہر ایک داروغہ زندان سے ہارون کی خواہش یہی رہی کہ وہ امام کو قتل کردے۔ مگر کوئی بھی اپنے ہاتھ کو امام کے خون سے رنگین کرنا نہیں چاہتا تھا۔ یہ بات ہارون کے لیے ایک مسئلہ بن گئی۔ آخرکار ہارون کے ایک ضمیر فروش ہاتھ آہی گیا جس کا نام تھا "سندی بن شاہک" اس نے ہارون کے اشارے پر امامؑ کو زہر دے دیا، اور قبل شہادت اس نے شہر کی متعدد معزز شخصیتوں کو بلایا تاکہ یہ لوگ اس بات کی گواہی دیں کہ امامؑ کی موت کسی سازش کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ یہ موت طبعی موت ہے کسی نے زہر وغیرہ نہیں دیا ہے۔ اور یہ اقدام صرف اس لئے کیا گیا تھا کہ امام کے قتل کا دھبہ عباسی حکومت کے دامن پر نہ آنے پائے اور لوگوں میں انقلاب کی لہر نہ دوڑنے پائے۔

---

(۱) غیبت شیخ طوسی ص ۲۲۔ ۲۵ طبع ہجری

مگر امام علیہ السلام کی بصیرت نے حکومت کی تمام تر کوششوں پر پانی پھیر دیا، اور اس کی ہر سعی کو ناکام بنا دیا۔ کیونکہ جیسے ہی بلائے ہوئے لوگوں نے امام علیہ السلام کی طرف دیکھا، اس وقت اگرچہ زہر کی شدّت کی بنا پر امام سخت کرب میں مبتلا تھے اور زہر سارے جسم میں سرایت کر چکا تھا، پھر بھی اسی حالت میں امام نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ـــــــــــ

"اے آنے والو اور گواہی دینے والو! گواہ رہو کہ مجھے نو عدد خرموں کے ذریعہ زہر دیا گیا ہے جس کی بنا پر کل تک میرا بدن سبز ہو جائے گا اور پھر پرسوں میری شہادت واقع ہو جائے گی"۔ (۱)

ایسا ہی ہوا جیسا کہ امامؑ خبر دے گئے تھے۔

دو دن بعد ۲۵ رجب ۱۸۳ھ کو امام علیہ السلام کی شہادت واقع ہو گئی۔ (۲)

آپ کے غم میں آسمان نے ماتمی لباس پہنا، بادلوں نے آنسو برسائے جنھیں زمین نے اپنے رومال میں جگہ دی۔ تمام شیعوں کا دل ماتم کدہ بنا، ملّتِ اسلامیہ ایک عظیم رہبر اور عالی قدر امام سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو گئی۔

ہم بااشک و آہ اس عظیم اور انقلاب آفریں امام کی بارگاہ اقدس میں سلام عرض کرتے ہیں۔

شام کا وہ وقت جب آفتاب اپنا چہرہ چھپانے کی کوشش کرتا ہے اور مغرب کے دامن میں پناہ لینے کے لئے تیزی سے بڑھنے لگتا ہے، غم گرفتہ ہوا کے جھونکے ستم رسیدہ

---

(۱) عیون اخبار الرضا جلد ۱ ص ۹۷

(۲) کافی جلد ۱ ص ۴۸۶، انوار البہیہ ص ۹۸

کھجور کی شاخوں کو ایک دوسرے کے گلے ملاتے ہیں تو یہ شاخیں ایک دوسرے سے گلے مل کر تیری داستان سناتی ہیں اور ان مصائب کا تذکرہ کرتی ہیں جو تیری ذات پر ٹوٹے اور تیرا کردار ساز اور انقلاب آفریں پیغام نسیم کے گوش گذار کر دیتے ہیں تاکہ یہ پیغام دوسروں تک برابر پہونچتا رہے۔

بہار نے تیرے غم میں خزاں کا لبادہ اوڑھ لیا ہے یہ جو بجلیاں چمکتی ہیں، یہ دراصل وہ آگ ہے جو تیرے غم میں آسمان کے دل میں لگی۔ ہونے والی بارش وہ قطرہائے اشک ہیں جو بادلوں نے تیرے غم میں بہائے ہیں۔

اے امام بزرگ!

اے امام انقلاب آفریں!!

صدیوں کے دبیز پردے، تاریخ کی تاریک وادیاں، وقت کی سیاہ راتیں تیرے عظیم پیغام کو چھپا نہیں سکتیں، تیرا کردار ساز پیغام، وحی کے سانچے میں ڈھلا ہوا پیام آج بھی فضائے بے کراں میں گونج رہا ہے۔ ہمارا گریہ کسی بزدلی کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ ہم اسلئے اشک بار ہیں کہ تیری زندگی سے عزم واستقلال کا سبق حاصل کریں اور تیرے پیغام کو تاریخ کے قبرستان سے نکال کر دنیا تک پہونچا سکیں، اور سب سے اہم یہ کہ تیری بنائی ہوئی بنیادوں پر اپنے کردار کی تعمیر کر سکیں اور تیرے اخلاق کے آئینے میں اپنا اخلاق دیکھیں۔

ہمارا سلام بلکہ تمام انبیاء و مرسلین کا سلام ہو تیری ذات پاک پر!

ہمیشہ اور ہر جگہ!

امامؑ کے مناظرے

ائمہ علیہم السلام جو سرچشمۂ وحی سے سیراب و سرشار تھے، ان سے جب کوئی سوال کیا جاتا تو سوال کرنے والے کی استعداد اور فہم کے مطابق اس کا جواب مرحمت فرماتے۔ آپ کے سخت ترین دشمن بھی جب کوئی علمی گفتگو کرتے تو لوگوں کو اپنے جہل اور نادانی کا پورا پورا احساس ہو جاتا اور اس بات کا یقین ہو جاتا کہ ہم اپنی جگہ کچھ بھی ہوں مگر ان کے مقابلے میں بالکل گونگے ہیں۔ جس مسئلہ کو ہم جتنا مشکل سمجھتے ہیں وہ ان کے لئے اتنا ہی آسان ہے۔

ہارون نے امام علیہ السلام کو مدینہ سے کچھ مسائل پوچھنے کے لئے بغداد بلوایا اور ان سے یوں سوالات پوچھے:۔۔۔۔۔۔

ھارون ۔۔۔۔۔ دل چاہتا ہے کہ آپ سے چند سوالات کروں جو مجھے مدتوں سے پریشان کیے ہوئے ہیں اور آج تک میں نے یہ سوالات کسی سے نہیں پوچھے کیونکہ مجھے آپ کے بارے میں یقین ہے کہ آپ صحیح جوابات دیں گے لہذا آپ سے سوال کر رہا ہوں اور مجھے لوگوں نے یہ خبر بھی دی ہے کہ آپ کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔

امامؑ ۔۔۔۔۔ اگر مجھے بیان کی پوری آزادی دی جائے تو اس صورت میں تیرے سوالات کا جواب دوں گا۔

ھارون ــــــ آپ کو بیان کی پوری آزادی حاصل ہے۔ آپ کا جو دل چاہے بیان فرمائیے۔ میرا پہلا سوال یہ ہے کہ،

" آپ اور دوسرے لوگ اس بات کے معتقد کیوں ہیں کہ ابو طالبؑ کی اولاد بنی عباس سے افضل ہے جبکہ ہم اور آپ ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں یعنی ہم دونوں ہاشمی ہیں۔ ابوطالب اور عباس دونوں ہی پیغمبر اسلامؐ کے چچا تھے، لہٰذا پیغمبر اسلامؐ کے رشتے سے بھی ہم دونوں برابر ہیں۔"

امامؑ ــــــ "ہم تم سے کہیں زیادہ پیغمبر اسلامؐ سے قریب ہیں۔"

ھارون ــــــ "وہ کیسے؟"

امام ــــــ "میرے جد بزرگوار جناب ابوطالب اور پیغمبر اسلام کے والدؑ بزرگوار جناب عبداللہ دونوں سگے بھائی تھے جبکہ عباس صرف مادری بھائی تھے۔"

ھارون ــــــ دوسرا سوال : " آپ لوگوں کا کہنا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کے انتقال کے بعد ان کے وارث آپ حضرات ہیں اور پیغمبر اسلامؐ کی میراث آپ ہی لوگوں کو ملے گی، جبکہ وفاتِ پیغمبر اسلامؐ کے وقت ان کے چچا جناب عباس زندہ تھے اور دوسرے چچا جناب ابو طالب زندہ نہ تھے اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ چچا کی موجودگی میں میراث بھتیجوں کو نہیں ملتی۔"

امامؑ ــــــ کیا مجھے بیان کرنے کی پوری آزادی حاصل ہے؟

ھارون ــــــ یہ تو میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔

امامؑ ــــــ حضرت امام علی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ اولاد کی موجودگی میں صرف ماں، باپ، شوہر اور زوجہ کو میراث ملتی ہے اور بس۔ اولاد کی موجودگی میں چچا کا کوئی حصہ نہیں ہے، نہ تو قرآن ہی میں اس کا ذکر ہے اور نہ

حدیث میں اس کا تذکرہ۔ جو لوگ میراث کے سلسلے میں چچا کو باپ کی صف میں کھڑا کرتے ہیں یہ ایک بے بنیاد سی بات ہے اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ (لہذا حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی موجودگی میں کسی دوسرے کا پیغمبر کی میراث میں کیا حصہ؟)

[اس کے علاوہ پیغمبر اسلامؐ نے حضرت علیؑ کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ "تم میں سب سے بہترین فیصلہ کرنے والے علیؑ ہیں"۔ اور عمر بن خطاب نے بھی کہا ہے کہ ہمارے درمیان سب سے عمدہ فیصلہ کرنے والے علیؑ ہیں۔

یہ حدیث دیکھنے اور سننے میں تو صرف ایک جملہ ہے لیکن درحقیقت ایک عنوانِ کامل ہے حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں۔ وہ تمام علوم و کمالات جو پیغمبر اسلامؐ نے امت کو دیے ہیں ان کا سب سے زیادہ حصہ حضرت علی علیہ السلام کے پاس ہے۔ بہترین قاضی کا مطلب یہ ہے کہ تمام چیزوں پر ان کی نظر دوسروں کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے بلکہ ان کے مقابلے میں تو قابلِ قیاس بھی نہیں ہے۔ پیغمبر اسلام کی حدیث صاف لفظوں میں بتا رہی ہے کہ علیؑ کا جو فیصلہ ہوگا وہ بالکل صحیح ہوگا۔

اب حضرت علی علیہ السلام کا یہ فیصلہ کہ اولاد کی موجودگی میں چچا کا کوئی حق نہیں ہے۔ یہی فیصلہ حق ہے اور اسی کو قبول کرنا چاہیئے نہ کہ دوسروں کے فیصلے کو جو کہ اسلامی احکام سے واقفیت نہیں رکھتے۔]

ھارُون ــــــ ایک سوال اور ــــ "آپ لوگوں کو اس بات کی اجازت کیوں دیتے ہیں کہ وہ آپ کو "فرزندِ رسولؐ" کے نام سے یاد کریں، درانحالیکہ آپ حضرت علی کی اولاد ہیں کیونکہ ہر اولاد اپنے والد کی طرف منسوب ہوتی ہے نہ کہ والدہ کی طرف۔

اور پیغمبر اسلامؐ آپ کے نانا ہیں، دادا تو نہیں۔

امامؑ ——— اگر اس وقت پیغمبر اسلام زندہ ہو جائیں اور وہ تمھاری لڑکی کی خواستگاری کریں تو تم ان کی یہ بات قبول کرو گے یا نہیں ؟

ھارُون ——— کیوں نہیں! یہ بات تو ہمارے لیے باعث شرف ہوگی اور اس نسبت کی بنا پر ہم عرب و عجم دونوں پر فخر و مباہات کریں گے۔

امامؑ ——— اور اگر پیغمبر اسلام یہی مطالبہ مجھ سے کریں تو میں ہرگز قبول نہیں کروں گا۔

ھارُون ——— کیوں ؟

امامؑ ——— کیونکہ پیغمبر اسلام میرے جد بزرگوار ہیں، اگرچہ جدّ مادری ہیں، لیکن وہ تمھارے تو جد مادری بھی نہیں ہیں۔ یہی فرق ہے کہ تم پیغمبر اسلامؐ کے پیغام کو قبول کر لو گے جبکہ ہمارے لئے اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

ھارُون ——— آپ لوگ اپنے کو ذریت رسُولِ خدا کیوں کہتے ہیں، جب کہ ذریت لڑکے کی نسل سے چلتی ہے نہ کہ لڑکی کی نسل سے۔

امامؑ ——— اس سوال کا جواب نہ چاہو تو زیادہ بہتر ہے۔

ھارُون ——— نہیں! اس سوال کا جواب ضرور مرحمت فرمائیں اور کوئی دلیل قرآن سے بھی پیش کریں۔

امامؑ ——— وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَ عِيْسٰى ۔ ——— (سورہ انعام آیۃ ۸۴)

اب میں تم سے یہ سوال کرتا ہوں کہ اس آیت میں جو جناب عیسٰیؑ کو حضرت ابراہیمؑ کی ذریت قرار دیا گیا ہے تو یہ نسبت پدری تھی یا مادری ؟

ھارُون ــــــ قرآن کا صاف صاف بیان ہے کہ جناب عیسیٰ تو بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے۔

امامؑ ــــــ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جناب عیسیٰؑ اپنی والدہ کی طرف سے حضرت ابراہیمؑ کی ذریت قرار دیے گئے، اور اسی قانون کے تحت ہم بھی اپنی والدہ ماجدہ جناب فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا کی طرف سے رسُول خدا کی ذریت ہیں۔
اس کے علاوہ کوئی دوسری آیت بھی پیش کروں؟

ھارُون ــــــ "ضرور"۔

امامؑ ــــــ وہ آیت آیۂ مُباہلہ ہے: فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ؕ
تمام ملّتِ اسلامیہ اس بات پر متفق ہے کہ پیغمبر اسلام مباہلہ میں حضرت علی، فاطمہ، حسن اور حسین علیہم السلام کو اپنے ہمراہ لے گئے اور کسی دوسرے کو اپنے ساتھ نہ لے گئے، تو ابناءنا (اپنی اولاد) کے مصداق حسن اور حسین علیہما السلام کے علاوہ کوئی اور نہیں۔ یہ دونوں حضرات اگرچہ پیغمبر اسلام کے نواسے ہیں، مگر ان کو اس آیت میں رسُول کی اولاد کہا گیا ہے۔"

ھارُون ــــــ اگر آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو اس کے بارے میں ارشاد فرمائیے۔

---

(۱) سورہ آل عمران آیۃ ۶۱

امامؑ ــــــــ نہیں، البتہ میں اپنے گھر واپس جانا چاہتا ہوں۔
ہارون ــــــــ اس کے بارے میں تو مجھے فکر کرنا ہوگی۔ (۱)

عبادت

ائمہ علیہم السلام عبادت خداوندی کے عاشق رہے۔ راتیں ہمیشہ رکوع و سجود میں بسر ہوتی تھیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ائمہ علیہم السلام معرفت کے اس درجے پر فائز تھے کہ عبادت کے علاوہ کوئی اور چیز ان کو نہیں بھاتی تھی۔ اجتماعی امور سے جب بھی فرصت ملتی تو وقت عبادت میں بسر ہوتا۔ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو جب ہارون نے قیدخانہ میں قید کردیا تو امام علیہ السلام نے یہ جملے ارشاد فرمائے، جس سے بخوبی یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ امام علیہ السلام عبادتِ خدا کے کس قدر عاشق تھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّي طَالَمَا كُنْتُ اَسْاَلُكَ اَنْ تُفَرِّغَنِي لِعِبَادَتِكَ وَقَدِ اسْتَجَبْتَ مِنِّي فَلَكَ الْحَمْدُ عَلٰى ذٰلِكَ (۲)

"خدایا! میں مدتوں سے یہ دعا مانگ رہا تھا کہ مجھے فرصت عنایت فرما تاکہ میں تیری عبادت کرسکوں۔ آج میری وہ دعا قبول ہوگئی جس کی بنا پر میں تیری بارگاہ میں سپاس گذار ہوں۔"

---

(۱) حیاۃ الامام ج ۱ ص ۱۳۰، ارشاد مفیدؒ ص ۲۸۱

(۲) عیون اخبار الرضا ج ۱ ص ۸۱ طبع قم، احتجاج طبرسی ص ۲۱۱ - ۲۱۳ طبع حجری نجف، بحار ج ۴۸ ص ۱۲۹، ۱۵۷ طبع جدید

یہ جملے جہاں عبادتِ امام کو اجاگر فرماتے ہیں وہیں یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ امام علیہ السلام جب تک مدینہ میں آزاد تھے اس وقت آپ اجتماعی امور میں کس درجہ مصروف رہتے تھے۔

جس وقت امام علیہ السلام "ربیع" کے قید خانے میں تھے تو ہارون کبھی کبھی اپنے گھر کی پشتِ بام پر جاکر قید خانے کی طرف دیکھا کرتا تھا۔ ہر مرتبہ اسے یہی ایک منظر نظر آیا کہ زنداں کے ایک گوشے میں ایک لباس پڑا ہوا ہے جس میں حس و حرکت نہیں ہے۔ ایک مرتبہ ہارون نے "ربیع" سے پوچھ ہی لیا کہ قید خانے میں وہ لباس کس کا پڑا ہوا ہے۔

ربیع نے جواب دیا، وہ لباس نہیں ہے بلکہ وہ حضرت موسیٰ بن جعفرؑ ہیں جن کا اکثر وقت سجدۂ خالق میں بسر ہوتا ہے۔

ہارون نے کہا۔ "بخدا وہ بنی ہاشم میں سب سے زیادہ عبادت گذار ہیں"۔

ربیع نے کہا۔ "پھر یہ حکم کیوں دیتا ہے کہ قید خانے میں ان پر سختی کی جائے؟"

ہارون نے کہا؛ "افسوس! اس کے علاوہ کوئی اور چارہ نہیں ہے"۔ (۱)

ایک مرتبہ ہارون نے ایک حسین و جمیل عورت کو قید خانے میں بھیجا۔ غرض یہ تھی کہ اگر امام اس کی طرف کوئی توجہ دیں تو حکومت کے لیے یہ ایک بہت اچھا بہانہ ہوگا جس کے ذریعہ وہ امام کی بڑھتی ہوئی عزت اور ہر دلعزیزی میں رکاوٹ ڈال سکتی تھی، لیکن جب وہ عورت وہاں پہونچی تو امامؑ نے لانے والے سے کہا۔ "یہ تمام چیزیں وہ ہیں جو تمہارے دلوں کو لبھا سکتی ہیں اور تم ان پر فخر و مباہات کیا کرتے ہو مگر میرے لیے یہ حربے بے کار اور بے سود ہیں"۔

---

(۱) جلوۃ الامام ج ۱ ص ۳۰ ، ارشاد مفید ص ۲۸۱

ہارون نے امام کا جواب سن کر غصے سے کہا کہ ہم نے آپ کو آپ کی خوشنودی کی خاطر قید میں نہیں رکھا ہے (تاکہ ہم اس عورت کے سلسلے میں آپ کی رضا حاصل کریں)

ابھی کچھ ہی دن گزرے تھے کہ ہارون کے جاسوسوں نے ہارون کو خبر دی کہ وہ عورت تو ہمیشہ عبادت ہی کرتی رہتی ہے۔ اس کا اکثر وقت سجدے میں گزرتا ہے۔

ہارون نے کنیز کو بلوا کر اس سے دریافت کیا۔ مگر کنیز مسلسل امام علیہ السلام کی تعریف کرتی رہی۔ ہارون نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اس کنیز کو بند کردو تاکہ پھر کسی سے یہ واقعہ بیان نہ کرے۔ قید میں ہونے کے باوجود کنیز مسلسل عبادت میں معروف رہی۔ اکثر رکوع و سجود میں بسر ہوتی۔ امام علیہ السلام کی شہادت سے چند روز قبل کنیز نے وفات پائی۔ (۱)

امام علیہ السلام اکثر یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الرَّاحَةَ عِنْدَ الْمَوْتِ وَالْعَفْوَ عِنْدَ الْحِسَابِ

"خدایا! میں وقت مرگ راحت و آرام اور حساب و کتاب کے موقع پر درگذر کا خواہاں ہوں۔" (۲)

امام علیہ السلام قرآن بہت ہی اچھی آواز میں تلاوت فرماتے تھے، جو کوئی آپ کی آواز سنتا حیرت میں پڑ جاتا اور اس پر گریہ طاری ہو جاتا تھا۔ مدینہ والے آپ کو "زین المتہجدین" (زینت شب زندہ داران) کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ (۳)

---

(۱) مناقب ابن شہر آشوب جلد ۴ ص ۲۹۷۔ اختصار کے ساتھ طبع قم

(۲) ارشاد مفیدؒ ص ۲۷۷ (۳) ارشاد مفید ص ۲۷۹

حلمِ امامؑ

امام علیہ السلام کے حلم کی مثال کہیں نہیں ملتی - آپ کے اسم مبارک کے ساتھ "کاظم" کا لقب آپ کے اسی وصف کی ترجمانی کرتا ہے۔ آپ ہمیشہ غصّہ پی جایا کرتے تھے۔

بنی عباس کی حکومت کے دوران جب پوری ملتِ اسلامیہ میں آزادی نام کی کوئی چیز نہ تھی، لوگوں کی جائیداد کو بیت المال کے نام پر ضبط کیا جارہا تھا اور اس کو اپنے ذاتی مفاد کے لئے صرف کیا جارہا تھا۔ عوام فقر و فاقہ کا بری طرح شکار تھے، تعلیم و تمدن سے بالکل بے بہرہ تھے مگر انھیں چیزوں کا رواج تھا جس سے حکومت کی قدامت باقی رہے۔ لوگ اپنی جہالت اور نادانی کی بنا پر کبھی امامؑ کی شان میں نامزا الفاظ کہتے مگر امام علیہ السلام اپنے اخلاق و کردار سے غم و غصہ کو روکتے اور انھیں اخلاقیات کی تعلیم دیتے۔

ایک شخص مدینے میں زندگی بسر کیا کرتا تھا اور جب کبھی امامؑ سے آمنا سامنا ہوتا تو آپ کی شان میں گستاخی کرتا۔

امامؑ کے بعض اصحاب نے امامؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم اس کا کام تمام کردیں۔ لیکن امام علیہ السلام ہمیشہ ان کو اس اقدام سے روکتے رہے۔

ایک دن امام علیہ السلام نے اس کے گھر کا پتہ دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ وہ مدینہ کے باہر کھیتی کرتا ہے۔ امام علیہ السلام اسی حالت میں اس کے قریب گئے۔ اس نے وہیں سے چیخ کر کہا:

"میرا کھیت نہ روندیئے!"

مگر امامؑ نے اس کی آواز پر کوئی توجہ نہ دی، اس کے قریب پہونچ کر آپ سواری سے

اترے اور بہت ہی خندہ پیشانی سے اس سے پوچھا :

——— بھائی اس زراعت پر تم نے کتنا خرچ کیا ہے؟

——— سَو دینار

——— کتنے منافع کی امید ہے ؟

——— مجھے غیب کا تو علم نہیں ہے !

——— پھر بھی تمھیں کتنی امید ہے ۔ ؟

——— تقریباً دو سَو دینار فائدے کی امید ہے ۔

امام علیہ السلام نے تین سَو دینار اسے مرحمت فرمائے اور فرمایا اس کے ساتھ یہ زراعت بھی تمھاری، اور جتنے کی امید ہے انشاء اللہ تمھیں اتنا ملے گا ۔

وہ شخص فوراً کھڑا ہو گیا اور امام کی پیشانی مبارک کو بوسہ دیا اور عرض کرنے لگا :

" مولیٰ ! میں نے آپ کی خدمت میں بہت جسارت کی ہے ، میں اپنی گستاخیوں کے سلسلے میں آپ سے معافی کا خواستگار ہوں "

امامؑ نے ہلکا سا تبسم فرمایا اور واپس چلے آئے ۔

دوسرے دن یہی شخص مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ امام علیہ السلام وارد ہوئے جیسے ہی اس کی نگاہ امام پر پڑی کہنے لگا :

" اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ ۔

(خداوند عالم بہتر جانتا ہے کہ وہ پیغام (رسالت) کس کے سپرد کرے)

اشارہ اس طرف تھا کہ امامت اور خلافت صرف امام موسیٰ کاظمؑ کو زیب دیتی ہے ۔

لوگوں نے آکر اس سے دریافت کیا کہ آخر معاملہ کیا ہے ۔ پہلے تو تم بہت بُرا بھلا کہا کرتے تھے ۔

اس نے پھر امام کے حق میں دُعا کرنا شروع کردی اور لوگ اس سے بار بار اس تبدیلی کی وجہ پوچھے جا رہے تھے۔

ایک دن امام علیہ السلام نے ان لوگوں سے دریافت کیا جو اس کے قتل کا ارادہ رکھتے تھے، کہ بتاؤ کون سا اقدام زیادہ بہتر تھا، تمھاری وہ نیت یا میرا یہ عمل۔ (۱)

سخاوتِ امامؑ

امام علیہ السلام نے کبھی بھی ذخیرہ اندوزی نہیں کی، جب کبھی مال ملتا اس سے لوگوں کی مشکلات دور فرمایا کرتے تھے۔ بھوکے کو شکم سیر کراتے اور عُریاں کو لباس پہناتے۔

محمد بن عبداللہ بکری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں مالی لحاظ سے بہت ہی زیادہ پریشان تھا، یہ سوچ کر مدینہ وارد ہوا کہ یہاں کسی سے کچھ رقم بطور قرض حاصل کروں، مگر جس کے پاس گیا اس نے روکھا سا جواب دیا، ہر جگہ سے مایوسی ہوئی۔ دل میں سوچا کہ امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی خدمت میں کیوں نہ چلوں، اور ان کی خدمت میں اپنے حالات بیان کروں۔

میں امام کو دریافت کرتا امام کی خدمت میں حاضر ہوا، دیکھا کہ آپ ایک کھیت میں کام کر رہے ہیں۔ مجھ کو دیکھ کر امامؑ میرے قریب تشریف لائے۔ وہیں میرے ساتھ کھانا تناول فرمایا، اس کے بعد مجھ سے دریافت کیا:

"تم کو مجھ سے کوئی کام ہے۔؟

---

(۱) تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۱۲۸، ارشاد مفید ۲۰۸

میں نے سارا قصہ بیان کر دیا۔ امام اُٹھے اور وہیں پاس ایک کمرہ تھا، اس میں تشریف لے گئے اور سونے کے تین سو درہم لاکر مجھے عنایت فرمائے۔ (۱)

عیسٰی بن محمدؒ جن کی عمر نوّے برس تھی، ان کا کہنا ہے کہ میں نے ایک سال خربوزہ، خیار (کھیرا) اور کدو کی کاشت کی۔ جب فصل تقریباً تیار ہوگئی تو ٹڈی دل ٹوٹ پڑا جس کی بنا پر ساری فصل برباد ہوگئی، اور ایک سو بیس دینار کا نقصان اٹھانا پڑا۔ انھیں دنوں میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امامؑ اپنے ایک ایک دوست کے حالات سے باخبر رہتے تھے) سلام کیا اور حالات دریافت کیے۔

عرض کی، مولا ٹڈی دل نے ساری فصل برباد کر دی۔

—— کتنا نقصان اٹھانا پڑا؟

—— سب ملاکر ایک سو بیس دینار۔

امام علیہ السلام نے ڈیڑھ سو دینار مجھے عطا فرمائے۔

عرض کی، مولا! آپ کا وجود برکت ہے۔ اگر آپ دُعا فرمادیں تو مشکلات دور ہوجائیں۔

امام نے دُعا فرمائی اور فرمایا کہ

"پیغمبر اسلام کی حدیث ہے کہ جو چیز باقی رہ گئی ہے اس سے وابستہ رہو، اور برداشتہ خاطر نہ ہو۔"

میں نے پھر اسی زمین کو پانی وغیرہ دیا اور تھوڑی سی محنت کی، خداوند عالم نے اس قدر برکت عطا فرمائی کہ میں نے فصل دس ہزار کی فروخت کی۔ (۲)

---

(۱) تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۲۸

(۲) تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۲۹

دُوسرا اقدام

ائمہ علیہم السلام کی ہمیشہ سیرت یہ رہی ہے کہ اپنی زندگی ہی میں اپنے جانشین کا تعارف کرا دیتے تھے اور لوگوں کو بتا دیتے تھے کہ میرے بعد تمھارے رہبر اور امام یہ ہوں گے اپنے جانشین کا نام، لقب، صفات وغیرہ سب بیان کر دیتے تھے تاکہ لوگ حیران، پریشان اور سرگرداں نہ ہوں اور موقع پرست غلط فائدہ نہ اٹھانے پائیں۔ یہی تمام باتیں امام جعفر صادق علیہ السلام نے امام موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام کے لئے کی تھیں۔ گرچہ ہر موڑ پر حکومت کا سخت پہرہ تھا مگر پھر بھی امام جعفر صادق علیہ السلام برابر اپنے جانشین کا اعلان فرماتے رہے اور اپنے جانشین کے القاب و صفات بیان فرماتے رہے۔ اس کے چند نمونے ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں: ــــــــ

ــــ ○ علی بن جعفر کا بیان ہے کہ میرے والد بزرگوار حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے مخصوص اصحاب کو بلا کر ارشاد فرمایا:

"میرے فرزند موسیٰ کے بارے میں میری یہ باتیں یاد رکھو، کیونکہ وہ میری تمام اولاد سے بلکہ میرے بعد تمام لوگوں سے بہتر ہے۔ میرے بعد وہی میرا جانشین ہوگا، اور وہی حجّت خدا ہے تمام لوگوں کے لیے۔" (۱)

ــــ ○ عمر بن ابان کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے بعد کے اماموں کے نام بتائے۔

---

(۱) اعلام الوریٰ طبرسی ص۲۹۱ طبع علمیہ اسلامیہ، اثبات الھداۃ ج ۵ ص ۴۸۶

میں نے آپ کے فرزند جناب اسماعیل کا تذکرہ کیا. فرمایا قسم بخدا یہ چیز ہمارے اختیار میں نہیں ہے بلکہ یہ ایک امر الٰہی ہے ۔ (۱)

○— زرارہؒ کا شمار امام جعفر صادق علیہ السلام کے مخصوص اصحاب میں ہوتا ہے ۔ زرارہ کا کہنا ہے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس وقت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام آپ کی داہنی جانب کھڑے تھے، اور سامنے آپ کے فرزند جناب اسماعیل کا جنازہ رکھا ہوا تھا. حضرت نے مجھ سے فرمایا: " زرارہ! جاؤ اور داؤد برقی، حمران، ابوبصیر (یہ حضرات امام جعفر صادق علیہ السلام کے خاص اصحاب تھے) کو بُلا لاؤ." میں گیا اور تینوں حضرات کو بُلا لایا. ان کے ساتھ ہی دوسرے لوگ بھی آگئے. یہاں تک کہ اس کمرے میں تیس افراد جمع ہو گئے ۔ امام نے داؤد برقی کو مخاطب کر کے فرمایا: " اس جنازے سے چادر تو اٹھاؤ."

داؤد نے چادر اٹھائی ۔ امام نے ارشاد فرمایا،

" اے داؤد! دیکھو اسماعیل زندہ ہیں یا مُردہ ."

داؤد نے کہا: " مولیٰ! ان کا تو انتقال ہو چکا ہے ."

امامؑ ہر ایک کو بلاتے رہے اور ہر ایک سے یہی سوال کرتے رہے. سب نے یہی گواہی دی کہ اسماعیل کا انتقال ہو چکا ہے اور وہ زندہ نہیں.

امامؑ نے ارشاد فرمایا." خدایا! گواہ رہنا میں نے ہر ممکن اقدام کر دیا ہے"

اس کے بعد امامؑ نے حکم دیا کہ اسماعیل کو غسل و کفن دیا جائے. جب غسل کفن

---

(۱) بصائر الدرجات ص ۱۷۶ طبع جدید، اثبات الہداۃ جلد ۵ ص ۴۸۳

دیا جاچکا، اس وقت امام نے "مفضل" سے ارشاد فرمایا،

"ان کا منہ کھولو"

مفضل نے حکم کی تعمیل کی۔ امامؑ نے دریافت کیا!

"کیا یہ زندہ ہیں یا مُردہ۔؟"

مفضل نے عرض کی،" مولا! ان کا انتقال ہوچکا ہے"۔

پھر امامؑ نے تمام حاضرین سے یہی سوال کیا، اور سب نے یہی جواب دیا کہ اسماعیل کا انتقال ہوچکا ہے اور اب وہ زندہ نہیں ہیں۔

پھر امام نے ارشاد فرمایا:

" خدایا تو گواہ رہنا، لوگ ان تمام چیزوں کے باوجود بھی اس بات کی کوشش کریں گے کہ نورِ الٰہی کو خاموش کردیا جائے۔ اور پھر اسماعیل کی امامت کے مسئلے کو اُٹھائیں گے"۔

اس کے بعد اپنے فرزند حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام کی طرف اشارہ کرکے ارشاد فرمایا،

"خدا خود اپنے نور کی حفاظت فرمائے گا، اگرچہ یہ بات بعض کو ناگوار ہی کیوں نہ گزرے"۔

اس کے بعد جناب اسمٰعیل کو دفن کردیا۔ امام نے پھر لوگوں سے دریافت کیا کہ جس کو یہاں دفن کیا گیا وہ کون تھا؟ سب نے مل کر جواب دیا" آپکے صاحبزادے جناب اسمٰعیل"۔

امامؑ نے ارشاد فرمایا، " خدایا تو گواہ رہنا"

پھر آپ نے اپنے فرزند جناب موسیٰ کاظمؑ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر

ارشاد فرمایا:

هو الحق والحق معه ومنه الی ان یرث الله الارض ومن علیها.

یہ حق ہے اور حق اسی کے ساتھ ہے اور اسی سے ہے، یہاں تک کہ قیامت آجائے۔" (۱)

○— "منصور بن حازم" نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ مولا! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، زمانہ بڑا ہی خطرناک ہے ہر وقت جان خطرہ میں ہے۔ اگر خدانخواستہ ایسی کوئی صورت پیش آئی، تو اس وقت ہمارا امام کون ہوگا؟

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابوالحسن موسیٰ کے داہنے شانے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: "اگر کوئی ایسی بات ہوئی تو اس وقت میرا یہ فرزند تمہارا امام ہوگا۔"

اس وقت جناب موسیٰ کاظم علیہ السلام پانچ سال کے تھے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کے دوسرے فرزند جناب عبداللہ بھی اس وقت موجود تھے۔ بعض لوگ ان کی (عبداللہ کی) امامت کے معتقد ہیں۔

○— شیخ مفید علیہ الرحمہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب کی روایات کو نقل کیا ہے جن میں سے بعض اصحاب کے نام یہ ہیں: — مفضل بن عمر، معاذ بن کثیر، عبدالرحمٰن بن حجاج،

---

(۱) غیبت نعمانی ص ۱۷۹ طبع حجری، بحار ج ۴۸ ص ۲۱

فیض بن مختار، یعقوب سراج، سلیمان خالد، صفوان جمال وغیرہ۔ اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے دو بھائیوں جناب اسحاق اور جناب علی (جو تقویٰ اور پرہیزگاری میں بے مثل تھے) نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے۔(۱)
ان تمام تفصیلات و توضیحات کے بعد یہ بات بالکل واضح اور روشن ہو چکی تھی کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے بعد آپ کے جانشین حضرت امام موسیٰ بن جعفر ہوں گے اور جناب اسماعیل کی امامت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ آپ کا انتقال امام جعفر صادق علیہ السلام کی زندگی میں ہی ہو گیا تھا، اور نہ امام صادقؑ کے کسی اور صاحبزادے کی امامت کا سوال ہے۔ کیونکہ امام صادق علیہ السلام نے یہ بات واضح کر دی تھی کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کے جانشین اور پیشوائے خلق حضرت موسیٰ بن جعفرؑ ہوں گے۔ ہاں کچھ لوگ جو راہ حق سے منحرف ہو گئے وہ ضرور جناب اسماعیل کی امامت کے قائل ہوئے۔

---

(۱) ارشاد مفید رہ ص۲۷۰

شاگردانِ امامؑ

امام علیہ السلام کی سیرت و کردار ہو بہو پیغمبر اسلام کی سیرت تھی۔ آپ بھی اپنے آباؤ اجداد کی طرح لوگوں کی علمی تشنگی بجھاتے رہے اور ہر ایک آپ کے دریائے علم سے بقدر ظرف استفادہ کرتا رہا۔ آپ کا انداز تعلیم اس قدر موثر تھا کہ آپ کے شاگرد مختصر سے وقت میں علم و ایمان کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہو جاتے تھے۔

امام علیہ السلام کا سنِ مبارک ابھی بیس سال کا تھا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا سایہ آپ کے سر سے اٹھ گیا۔ امام صادق علیہ السلام کے تمام شاگرد آپ کے گرد جمع ہونے لگے، اور آپ ہر امکانی وقت میں لوگوں کو سرچشمۂ علم و اخلاق سے سیراب کرتے رہے۔

امام کے مکتب سے تربیت یافتہ شاگرد علم فقہ، حدیث، علم کلام اور مناظرے وغیرہ میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے اور ایمان، اخلاق، کردار و عمل کے میدان میں بھی وہ بے مثل و بے نظیر تھے۔ اس وقت کے بڑے بڑے استادانِ فن بھی آپؑ کے شاگردوں کے مقابلے میں ٹک نہ پاتے تھے اور ان کے مقابلے میں طفل مکتب معلوم ہوتے تھے آپؑ کے شاگردوں کی عظمتوں نے لوگوں کو خیرہ کر دیا تھا اور ان کے کمالات کے مقابلے میں آپؑ کے تمام مخالفین حیرت زدہ تھے اور حکومت وقت لرزہ براندام تھی۔ حکومت وقت کو یہ خطرہ لاحق تھا کہ اگر ان لوگوں کو موقع مل گیا تو یہ انقلاب لانے میں دیر نہیں کریں گے

اور عوام تو دل سے انھیں کے معتقد ہیں۔

امام علیہ السلام کے بعض شاگردوں کے مختصر حالات ملاحظہ ہوں:

① ابنِ اَبی عُمَیر

۲۱۷ ہجری میں انتقال ہوا۔ آپ نے تین اماموں کی زیارت کا شرف حاصل کیا حضرتؑ امام موسیٰ کاظمؑ، حضرتؑ امام علی رضاؑ اور حضرتؑ امام محمد تقیؑ!

ابنِ ابی عمیر کا شمار اپنے وقت کے عظیم دانش مندوں میں ہوتا تھا۔ ائمہ علیہم السلام کے مخصوص اصحاب میں آپ کا بھی اسمِ مبارک ہے۔ آپ نے ائمہ علیہم السلام سے کافی روایتیں نقل کی ہیں جو کہ حدیث کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔ شیعہ اور سُنّی دونوں فرقوں کے علماء آپ کی عظمت و کردار کے قائل ہیں۔

"جاحظ" جو اہلِ سنّت کے عظیم الشان عالم ہیں، جناب ابن ابی عمیر کے بارے میں کہتے ہیں:

"ابن ابی عمیر تمام چیزوں میں یگانۂ روزگار تھے"۔ (۱)

"فضل بن شاذان" کا بیان ہے کہ:

"بعض لوگوں نے حکومتِ وقت کو یہ اطلاع دی کہ ابنِ ابی عمیر کو عراق کے تمام شیعوں کے نام معلوم ہیں۔ حکومت نے ان سے وہ تمام نام دریافت کرنا چاہے مگر آپ نے بتانے سے انکار کر دیا جس کی پاداشت میں آپ کو برہنہ کر کے دو درختِ خرمہ کے درمیان لٹکا دیا گیا اور سو عدد تازیانے لگائے

---

(۱) منتہی المقال صہ ۲۵ طبع حجری

گئے اور ایک لاکھ درہم کا جرمانہ بھی عاید کیا گیا۔" (۱)

ابن بکیر کا کہنا ہے کہ:

"ابن ابی عمیر کو قید کر دیا گیا اور سخت سے سخت ایذائیں پہونچائی گئیں اور ان کی تمام جائیداد اور اثاثہ ضبط کر لیا گیا۔ (۲) اور اسی دوران آپ کی حدیث کی کتاب بھی لاپتہ ہو گئی۔"

ابن ابی عمیر سترہ سال تک قید میں رہے اور آپ کا تمام مال و اسباب ضائع ہو گیا۔ ایک شخص نے ابن ابی عمیر سے دس ہزار درہم قرض لیے تھے، جب اسے پتہ چلا کہ ابن ابی عمیر کا تمام مال ضائع ہو گیا تو وہ اپنا مکان فروخت کر کے دس ہزار درہم ابن ابی عمیر کے پاس لایا۔

ابن ابی عمیر نے دریافت کیا، "یہ دولت تمہیں کہاں سے ملی ہے۔؟ کوئی خزانہ مل گیا ہے یا وراثت کے طور پر ملی ہے۔؟"

کہنے لگا: "میں نے اپنا گھر فروخت کر دیا ہے۔"

ابن ابی عمیر نے کہا: "امام جعفر صادق علیہ السلام کی حدیث ہے کہ وہ چیزیں جو قرض سے مستثنیٰ کر دی گئی ہیں ان میں وہ گھر بھی ہے جس میں وہ رہتا ہے۔ لہٰذا اس بنا پر میں ایک درہم بھی قبول نہیں کروں گا، جب کہ مجھے ایک ایک درہم کی سخت احتیاج ہے۔" (۳)

---

(۱) رجال کشی ص ۵۹۱ - ۵۹۰

(۲) رجال کشی ص ۵۹۱ - ۵۹۰

(۳) اختصاص شیخ مفید ص ۸۲ طبع تہران

② صفوان بن مہران

آپ کا شمار بھی امامؑ کے عظیم اصحاب میں ہوتا ہے۔ آپ کا تقویٰ اور پرہیزگاری بے مثال تھی، وہ روایتیں جو آپ کے ذریعہ نقل ہوئی ہیں، علماء کے نزدیک غیر معمولی اہمیت کی حامل ہیں۔ آپ کا کردار اس قدر پاک و پاکیزہ تھا کہ خود امام علیہ السلام نے اس کی گواہی دی ہے اس سلسلے کا پورا واقعہ گذشتہ صفحات میں گذر چکا ہے۔

صفوان نے امام علیہ السلام کی زبانی یہ الفاظ سُنے کہ انسان کو ظالم و جابر کے ساتھ تعاون نہ کرنا چاہیے اور ہر اس اقدام سے پرہیز کرنا چاہیے جس سے ظالم کی مدد ہوتی ہے یہ سنتے ہی صفوان نے اپنے اونٹ فروخت کر ڈالے تاکہ ہارون کو کرایہ پر دینے کا سوال ہی پیدا نہ ہو اور ظالم کے ساتھ تعاون نہ کرنا پڑے۔ (۱)

③ صفوان بن یحییٰ

آپ امام موسیٰ کاظمؑ کے بلند پایہ صحابی ہیں۔ شیخ طوسی علیہ الرحمہ کا کہنا ہے کہ علمائے حدیث کے نزدیک بہت ہی غیر معمولی اہمیت کے حامل ہیں۔ آپ اپنے وقت کے پارساترین فرد تھے۔ (۲)

آپ کو امام علی رضا علیہ السلام کی زیارت کا بھی شرف ہے اور امام کو آپ پر بہت اعتماد تھا (۳)

---

(۱) رجال کشی ص ۴۴۰-۴۴۱

(۲) فہرست شیخ طوسی ص ۱۰۹ طبع نجف

(۳) فہرست نجاشی ص ۱۳۸ طبع تہران

حضرت امام محمّد تقی علیہ السلام نے صفوان بن یحییٰ کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ :

" جس طرح سے میں اس سے راضی ہوں خدا بھی اس سے خوشنود ہو، اس نے کبھی بھی مخالفت نہ کی، نہ میری مخالفت اور نہ میرے والد بزرگوار کی۔" (۱)

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرمایا کرتے تھے :

" اگر دو بھیڑیے گوسفندوں کے ایک ایسے گلّے پر حملہ کریں جس کا نگہبان نہ ہو تو اس کے نقصانات اسی قدر ہیں جیسے کوئی شخص ریاست اور اقتدار کا خواہاں ہو ——— لیکن صفوان میں اس قسم کی کوئی خواہش نہیں پائی جاتی۔" (۲)

④ علی بن یقطینؒ

سنہ ۱۲۴ ہجری میں کوفہ میں آپ کی ولادت ہوئی (۳) آپ کے پدر بزرگوار شیعہ تھے اور امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں تحائف ارسال کیا کرتے تھے۔ جب مروان تک یہ خبر پہونچی تو اس نے آپ کے خلاف کارروائی شروع کردی۔ آپ کوفہ سے فرار ہوگئے اور آپ کی زوجہ اور دونوں صاحبزادے جناب علی اور عبداللہ مدینہ چلے گئے اور جب

---

(۱) رجال کشی ص ۵۰۲

(۲) رجال کشی ص ۵۰۲

(۳) فہرست شیخ طوسی ص ۱۱۱

بنو امیہ کی بساط حکومت ہمیشہ کے لیے تہ کردی گئی اور بنو عباس نے حکومت سنبھالی تو اس وقت آپ ظاہر ہوئے اور اپنے اہل وعیال کے ہمراہ کوفہ لوٹ آئے۔ (۱)

علی بن یقطین نے عباسی حکومت سے باقاعدہ روابط برقرار رکھے اور حکومت کے بعض اہم عہدوں پر فائز رہے اور اس وقت آپ محبان اہل بیت کے لئے ایک محکم پناہ گاہ تھے، ان کی مدد فرماتے رہتے اور مشکلات کو برطرف کرتے رہتے تھے۔

ہارون الرشید نے علی بن یقطین کو اپنی وزارت کے لئے منتخب کیا۔ علی بن یقطین نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں عرض کی۔

"مولا! اس عہدے کے سلسلے میں آپ کی کیا رائے ہے۔ کیا میں ان کے ساتھ تعاون کروں؟"

فرمایا: "اگر مجبور ہو۔"

ایک مرتبہ علی بن یقطین نے امامؑ کی خدمت میں تحریر کیا کہ میں بادشاہ کے کاموں سے عاجز آچکا ہوں۔ میں آپ پر فدا ہو جاؤں۔ اگر آپ اجازت مرحمت فرمائیں تو میں استعفےٰ دے دوں اور بالکل الگ ہو جاؤں۔

امام علیہ السلام نے جواب میں تحریر فرمایا،

میں ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دوں گا۔ ہاں البتہ خدا سے ڈرتے رہو۔" (۲)

ایک مرتبہ امامؑ نے علی بن یقطین سے فرمایا، "تم مجھ سے ایک چیز کا

---

(۱) فہرست شیخ طوسیؒ ص ۱۱۷

(۲) قرب الاسناد ص ۱۲۶ طبع حجری

وعدہ کرو، میں تمہارے لئے تین چیزوں کی ضمانت لیتا ہوں:

۱. کوئی تمہیں تلوار سے قتل نہیں کرے گا

۲. تم کبھی نقیر نہیں ہو گے

۳. کبھی قید نہیں کیے جاؤ گے"۔

——— مولیٰ! میں کس چیز کا وعدہ کروں؟

فرمایا: "جب ہمارا کوئی دوست تمہارے پاس آئے تو اس کا اکرام و احترام کرنا"۔ (۱)

——— "عبداللہ بن یحییٰ کاہلی" کا بیان ہے کہ:

"میں ایک دن امام کاظم علیہ السلام کی خدمت اقدس میں شرفیاب ہوا اتنے میں علی بن یقطین کو امام کی خدمت میں آتے ہوئے دیکھا۔ حضرت نے اصحاب کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"جو شخص رسول خداؐ کے اصحاب کی زیارت کا خواہش مند ہو وہ اس شخص کی زیارت کرے جو ہماری طرف آرہا ہے"۔

حاضرین میں سے ایک نے کہا: "تو پھر یہ اہل بہشت ہیں"۔

امام نے فرمایا: ———

"میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ وہ اہل بہشت ہے"۔ (۲)

علی بن یقطین ہر حال اور ہر صورت میں امام کے احکام کی اطاعت کرتے تھے اور کبھی بھی تساہل سے کام نہیں لیتے تھے خواہ اس حکم کا راز نہ معلوم ہو۔

---

(۱) رجال کشی ص ۴۳۳

(۲) رجال کشی ص ۴۳۱

ایک مرتبہ ہارون رشید نے علی بن یقطین کو چند لباس بطور تحفہ دیے، اس میں ایک بہت ہی قیمتی شاہی لبادہ بھی تھا۔ علی بن یقطین نے وہ تمام لباس اور وہ لبادہ اور دوسرے اموال کے ساتھ امامؑ کی خدمت میں ارسال کیا۔ امامؑ نے تمام چیزیں قبول کرلیں مگر وہ لبادہ واپس کردیا اور علی بن یقطین کو تحریر فرمایا کہ:

"اس لبادہ کو حفاظت سے رکھو، کسی کو مت دو، کیونکہ عنقریب تمہیں اس کی ضرورت پیش آئے گی۔"

علی بن یقطین کو اس اقدام کا راز معلوم نہ ہوسکا۔ مگر امامؑ کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے اس کو حفاظت سے رکھ لیا۔ چند روز گزرے کہ علی بن یقطین نے اپنے ایک بہت ہی نزدیکی غلام کو نکال دیا۔ یہ غلام تمام راز سے واقف تھا۔ غلام کو اس بات کا علم تھا کہ علی بن یقطین کو امامؑ سے کس درجہ عقیدت ہے اور کیا کیا چیزیں امامؑ کی خدمت میں ارسال کیا کرتے ہیں۔ غلام نے یہ تمام باتیں ہارون سے جاکر بیان کردیں۔ یہ باتیں سن کر ہارون کو بہت غصہ آیا اور کہنے لگا، میں اس بات کی ضرور چھان بین کروں گا، اور اگر تمہاری بات صحیح نکلی تو میں علی بن یقطین کو قتل کردوں گا۔

ہارون نے اسی وقت آدمی بھیج کر علی بن یقطین کو بلوایا، اور دریافت کیا کہ

—— "میں نے جو لبادہ تم کو دیا تھا وہ کہاں ہے۔؟"

—— "اس کو میں نے عطر میں بسا کر بہت ہی محفوظ جگہ رکھا ہے۔"

—— "ابھی اس کو لے آؤ۔"

علی بن یقطین نے اپنے ایک ملازم کے ذریعہ وہ لبادہ منگوایا اور ہارون کے سامنے رکھ دیا۔ لبادہ دیکھنے کے بعد ہارون نے کہا:

"اس کو اسی جگہ رکھوادو، اور خود بھی صحیح و سالم واپس جاؤ۔ اب میں کبھی بھی تمہارے

بارے میں کوئی شکایت قبول نہیں کروں گا۔"

پھر حکم دیا کہ اس غلام کے ہزار کوڑے لگائے جائیں۔ ابھی پانچ سو کوڑے لگائے گئے تھے کہ غلام کا انتقال ہوگیا۔ (۱)

۱۸۲ ہجری میں علی بن یقطین کا انتقال ہوگیا۔ اس وقت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ہارون کے قیدخانہ میں تھے (۲) آپ نے مختلف کتابیں بھی تحریر کی ہیں، جن کا تذکرہ شیخ مفیدؒ اور شیخ صدوقؒ نے فرمایا ہے۔ (۳)

⑤ مومنِ طاق (۴)

نام محمد بن علی بن نعمان، کنیت ابوجعفر اور "مومن طاق" لقب تھا۔ آپ حضرت امام جعفر صادقؑ اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھے آپ امام جعفر صادق علیہ السلام کے بہت با اعتماد صحابی تھے اور امام علیہ السلام آپ کو اپنے صف اوّل کے اصحاب میں شمار کرتے تھے۔

جب بھی آپ کسی سے بحث کرتے تھے تو ہمیشہ غالب رہتے تھے۔

چونکہ امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے تمام اصحاب کی صلاحیتوں اور استعداد سے واقف تھے اس لئے آپ نے بعض کو بحث و گفتگو کرنے کی ممانعت کردی تھی مگر مومن طاق سے فرمایا کرتے تھے کہ تم لوگوں سے بحث و مناظرہ کیا کرو۔

---

(۱) ارشاد مفید ص ۲۷۵

(۲) رجال کشی ص ۴۳۰

(۳) فہرست شیخ طوسیؒ ص ۱۱۷

(۴) مومن طاق لقب اس وجہ سے ہوا کہ آپ کی دوکان کوفہ میں اس جگہ تھی جسے طاق کہتے تھے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے خالد سے مومنِ طاق کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ وہ بحث میں لوگوں پر اس انداز سے حاوی ہوتا ہے جس طرح شکاری باز اپنے شکار پر حاوی ہوتا ہے۔ (۱)

۶ ہِشامْ بِنْ حَکَمْ

آپ کو علمِ مناظرہ اور علمِ کلام وغیرہ میں غیر معمولی مہارت حاصل تھی اور آپ جیسا کوئی نہ تھا۔ ابن ندیم کا کہنا ہے کہ ابن ہشام شیعہ متکلمین میں سے تھے اور آپ نے بحثِ امامت میں نئے نئے گوشے پیدا کئے ہیں۔ علمِ کلام میں مہارت تامہ حاصل تھی اور آپ بے پناہ حاضر جواب تھے۔ (۲)

ہشام نے کافی کتابیں تحریر کی ہیں اور کثیر تعداد میں علماء اور دانشوروں سے بحث و مناظرہ کیا ہے۔

یحییٰ بن خالد نے ہارون رشید کی موجودگی میں ہشام سے کہا کہ "کیا یہ بات ممکن ہے کہ دو متضاد اور مختلف صورتوں میں دونوں طرف حق ہو؟

ہشام نے کہا۔ "ہرگز نہیں۔"

یحییٰ ــــــ "اگر دو آدمی ایک موضوع پر اختلاف رکھتے ہوں تو اس کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو دونوں حق پر ہوں گے، یا دونوں باطل پر ہوں گے، یا پھر ایک حق پر ہوگا اور دوسرا باطل پر ہوگا۔"

---

(۱) رجال کشی ص ۱۸۶

(۲) فہرست ابن ندیم ص ۲۲۳ طبع مصر

ہشام ـــــــ ہاں ایسا ہی ہے، مگر پہلی صورت ممکن نہیں ہے کہ دونوں حق پر ہوں۔

یحییٰ ـــــــ اگر یہ بات قطعی ہے تو اگر دو افراد کسی دینی مسئلہ پر آپس میں اختلاف رکھتے ہوں تو ان میں سے صرف ایک حق پر ہوگا اور دوسرا باطل پر، تو یہ بتاؤ کہ جب حضرت علی اور جناب عباس رسُول اللہ کی میراث کے سلسلے میں جناب ابوبکر کے پاس گئے تھے تو ان دونوں میں سے کون حق پر تھا اور کون باطل پر تھا؟

ہشام ـــــــ کوئی بھی باطل پر نہیں تھا۔ اور اس قصہ کی مثال تو قرآن مجید میں موجود ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں دو فرشتے آئے تھے اور دونوں ایک مقدمہ لے کر آئے تھے اور حضرت داؤدؑ سے اس کا فیصلہ چاہتے تھے۔ تو بتاؤ ان میں سے کون حق پر تھا اور کون باطل پر؟

یحییٰ ـــــــ دونوں فرشتے حق پر تھے اور دونوں کے درمیان کوئی اختلاف نہ تھا اور اختلاف صرف ظاہری تھا۔ اس کام کا مقصد یہ تھا کہ جناب داؤدؑ کو اس فیصلے کی طرف متوجہ کر سکیں جو انھوں نے صادر فرمایا تھا۔

ہشام ـــــــ حضرت علیؑ اور جناب عباس کا اختلاف صرف ظاہری تھا اور اس ظاہری اختلاف کا مقصد یہ تھا کہ جناب ابوبکر نے جو میراث اور وراثت کے سلسلے میں حکم دیا تھا کہ رسُول خدا کا کوئی وارث نہیں ہوتا، تو حضرت علی اور جناب عبّاس اسی لئے جناب ابوبکر کے پاس گئے تھے کہ یہ ثابت کردیں کہ وراثت کے سلسلے میں یہ حکم خلافِ قانونِ اسلام ہے اور یہ ایک اشتباہ ہے۔

یہ جواب سُن کر یحییٰ بالکل حیران رہ گیا اور کوئی جواب نہ بن پڑا۔ ہارون نے یہ جواب

سُن کر ہشام کی بہت تعریف کی اور حاضر جوابی کی داد دی۔ (۱)

یونس بن یعقوب کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں کافی معزز اصحاب تشریف فرما تھے جن میں خاص کر حمران بن اعین، مومن طاق، ہشام بن سالم، طیار اور ہشام بن حکم قابل ذکر ہیں۔ اس وقت ہشام بن حکم جوان تھے۔ امام علیہ السلام نے ہشام کو متوجہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔۔۔۔

"تم نے عمرو بن عبید کے ساتھ کیا گفتگو کی تھی اور اس سے کیا کیا سوال کیے تھے۔؟"

ہشام۔۔۔۔ آپ کے سامنے بیان کرنے میں مجھے شرم آتی ہے اور میری زبان بالکل کام نہیں کرتی۔

امامؑ۔۔۔۔ جب میں تمھیں خود حکم دے رہا ہوں تو اس میں شرم کی کیا بات ہے۔ بیان کرو۔

ہشام۔۔۔۔ میں نے یہ سُن رکھا تھا کہ عمرو بن عبید مسجد بصرہ میں لوگوں کے لئے علمی مسائل بیان کرتا ہے۔ میں جمعہ کے دن بصرہ میں وارد ہوا اور مسجد چلا گیا۔ دیکھا کہ عمرو بن عبید مسجد میں ہے اور چاروں طرف سے لوگ اسے گھیرے ہوئے ہیں اور اس سے سوال کر رہے ہیں۔ میں مجمع کو چیرتا ہوا اس کے قریب جا کر بیٹھ گیا اور کہا کہ اے مرد فاضل و دانش مند میں اجنبی ہوں اور باہر سے آیا ہوں۔ کیا مجھے اس بات کی اجازت ہے کہ کچھ سوال کر سکوں۔ کہنے لگا شوق سے سوال کرو۔

---

(۱) الفصول المختارہ تالیف سید مرتضیٰؒ ص ۶ طبع نجف اختصار کے ساتھ

——— آپ کے آنکھ ہے؟

——— صاحبزادے! یہ بھی کوئی سوال ہے؟ کوئی قاعدہ کا سوال کرو۔

——— میں تو اسی قسم کے سوال کروں گا۔

——— خیر، سوال کرو میں جواب دوں گا۔ اگرچہ سوال بالکل احمقانہ ہے۔

میں نے دوبارہ سوال کیا:

——— آپ کے آنکھ ہے؟

——— ہاں!

——— یہ کس کام آتی ہے اور کیا چیز دیکھتی ہے؟

——— یہ رنگ و شکل وغیرہ دیکھتی ہے

——— آیا ناک ہے؟

——— ہاں!

——— اس سے کیا کام لیتے ہیں؟

——— چیزوں کی بو سونگھتا ہوں۔

——— آیا دہن ہے؟

——— ہاں!

——— اس سے کیا کام لیتے ہیں؟

——— اس کے ذریعہ غذا کو چکھتے ہیں۔

——— آیا عقل اور دماغ بھی ہے؟

——— ہاں ہے۔

——— یہ کس کام آتا ہے؟

——— ہر وہ چیز جو اعضاء و جوارح سے متعلق ہوتی ہے، اس مغز کے ذریعہ اس کی تشخیص کرتا ہوں کہ وہ کیا چیز ہے.

——— کیا یہ تمام اعضاء و جوارح آپ کو اس دماغ سے بے نیاز نہیں کر دیتے ہیں؟

——— نہیں.

——— کیوں؟ جبکہ آپ کے اعضاء و جوارح صحیح و سالم ہیں!

——— جب یہ اعضاء و جوارح کسی چیز کے بارے میں شک کرتے ہیں تو اس وقت یہ اس دماغ کی طرف رجوع کرتے ہیں تاکہ شک برطرف ہو اور یقین حاصل ہو.

——— تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ خداوند عالم نے یہ دماغ اس لیے قرار دیا ہے تاکہ اعضاء و جوارح کو جو شک و شبہ حاصل ہوتا ہے وہ اس دماغ کے ذریعہ دُور ہوتا رہے؟

——— ہاں، اور کیا!

——— تو ہم ہر صورت میں اس مغز کے محتاج ہیں؟

——— ہاں!

——— خداوند عالم نے ان اعضاء و جوارح کو بغیر کسی امام کے نہیں چھوڑا جو صحیح اور غلط کے درمیان تشخیص کرتا رہے. مگر اسی خدا نے اپنی اتنی مخلوق کو ایسے ہی چھوڑ دیا تاکہ یہ ہمیشہ شک و شبہ میں حیراں و سرگرداں رہے اور اس کے لیے کوئی امام معین نہیں فرمایا تاکہ وہ اس کی طرف رجوع کرکے اپنے شکوک و شبہات دور کر سکے اور پریشانی سے نجات حاصل کرے؟

یہ سُن کر عمرو بن عبید خاموش ہو گیا، اور پھر مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا

"کہاں کے رہنے والے ہو؟"

میں نے کہا، "کوفہ کا رہنے والا ہوں"

کہنے لگا، "شاید تم ہشام ہو"

پھر مجھے اپنے پاس لے گیا اور اپنی جگہ پر بٹھایا اور پھر کوئی بات نہیں کی یہاں تک کہ میں اٹھ کر چلا آیا۔"

امام جعفر صادق علیہ السلام یہ سُن کر مسکرائے اور فرمایا:

"یہ استدلال تم کو کس نے سکھایا؟"

ہشام نے عرض کی، "یا بن رسول اللہ! یہ بس ایسے ہی میری زبان پر جاری ہو گیا۔"

امام علیہ السلام نے فرمایا

"اے ہشام! بخدا یہ استدلال تو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ کے صحیفوں میں درج ہے۔" (۱)

---

(۱) رجال کشی ص ۲۷۱ - ۲۷۳، اصول کافی ج ۱ ص ۱۹۶ مختصر سے تفاوت کے ساتھ۔ مروج الذہب

نوٹ: حق تلفی ہوگی اگر فاضل محترم جناب آقائی قرشی کا شکریہ ادا کیا جائے کیونکہ کتاب حیاۃ الامام الکاظمؑ سے کافی استفادہ کیا گیا ہے۔

اقوالِ امامؑ

- صالح افراد کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا فلاح اور بہبود کی طرف دعوت دیتا ہے۔
علماء کا ادب کرنا عقل میں اضافہ کا سبب ہے۔
- جو شخص اپنے غیظ و غضب کو لوگوں سے روکے رکھتا ہے تو قیامت میں خدا کے غضب سے محفوظ رہے گا۔
- معرفت الٰہی کے بعد جو چیزیں انسان کو سب سے زیادہ خدا سے نزدیک کردیتی ہیں وہ یہ ہیں:
۱. نماز، ۲. والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ، ۳. حسد نہ کرنا، ۴. خود پسندی سے دور رہنا، ۵. فخر و مباہات سے پرہیز کرنا۔
- مخلوقات کا نصب العین اطاعت پروردگار ہے۔
اطاعت کے بغیر نجات ممکن نہیں۔
اطاعت علم کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے
علم سیکھنے سے حاصل ہوتا ہے۔
عقل کے ذریعہ علم حاصل کیا جاتا ہے
علم تو بس عالم ربانی کے پاس ہے۔

عالم کی معرفت اس کی عقل کے ذریعہ سے ہے

- تمھارے نفس کی قیمت تو بس جنت ہے۔
بس اپنے کو جنت کے علاوہ کسی اور سے نہ فروخت کرو۔
- نعمت اس شخص کے پاس رہتی ہے جو میانہ روی اور قناعت کو اپناتا ہے، اور جو شخص بے جا صرف اور اسراف کو اختیار کرتا ہے تو نعمت اس سے دور ہو جاتی ہے۔
- امانت داری اور سچائی رزق مہیا کرتے ہیں۔ خیانت اور جھوٹ فقر اور نفاق پیدا کرتے ہیں۔
- عاقل وہ ہے جسے رزقِ حلال شکر سے باز نہیں رکھتا اور نہ کبھی حرام اس کے صبر پر غالب آتا ہے۔
- علی بن یقطین سے ارشاد فرمایا؛
"ظالم بادشاہ کی نوکری کرنے کا کفارہ یہ ہے کہ تم اپنے بھائیوں کے ساتھ احسان کرو۔"
- جو شخص حمد و ثنائے پروردگار اور آنحضرتؐ پر دُرود و سلام بھیجے بغیر دُعا مانگتا ہے وہ بالکل اس شخص کے مانند ہے جو بغیر نشانے کے تیر چلا رہا ہو۔
- غور و فکر کرنا نصف راحت ہے اور لوگوں سے محبت کرنا نصف عقل ہے کیونکہ لوگ تمھیں تمھارے عیوب سے آگاہ کریں گے۔ اور یہ لوگ دل سے تمھارے مخلص ہیں۔
- وہ شخص ہم سے نہیں ہے (ہمارا دوست نہیں ہے) جو اپنی دنیا کو دین

کے لئے ترک کر دے یا اپنے دین کو دُنیا کے لئے ترک کر دے۔

○

خُدایا
توفیق عطا فرما کہ ہم امام علیہ السلام کی
سیرت کو اپنا سکیں اور تیرے پیغام کو
لوگوں تک پہونچا سکیں
وَمَا تَوفِیقِیٓ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیہِ تَوَکَّلتُ وَاِلَیہِ اُنِیب

"نُورِ اسلام"

نوٹ، یہ تمام اقوال کتاب "تحف العقول" سے لئے گئے ہیں۔

کسی قوم کی قدر و قیمت اور خدمات جاننے کا پیمانہ اُسکی تصانیف و تالیفات ہیں

ادارہ مطبوعات

- کتاب المومن
- درس قرآن
- مکتب تشیع اور قرآن
- مذہب اہل بیتؑ
- فلسفۂ امامت
- تعلیم دین سادہ زبان میں (چار جلد)
- آسان عقائد (دو جلد)
- شیعیت کا آغاز۔ کب اور کیسے
- ہمارا پیام
- آزمائش
- اہل بیتؑ کی زندگی۔ (مقاصد کی ہم آہنگی زمانہ کی رنگی)
- صدائے حضرتِ سجادؑ
- آمریت کے خلاف ائمہ اطہار کی جدوجہد
- عزاداری۔ احیاء امر ائمہؑ
- تفسیر عاشورا
- انقلاب حسینؑ
- حسین شناسی
- پیام شہیداں
- عاشورا اور خواتین
- عورت پردے کی آغوش میں
- آسان مسائل

- مادیت و کمیونزم
- خدائی حکومت یا ولایت فقیہ
- آئین وہابیت
- نہج البلاغہ سے چند منتخب نصیحتیں
- ۲۰ جواب
- عظیم لوگوں کی کامیابی کے راز
- حضرت محمدؐ
- حضرت فاطمہؑ
- حضرت علیؑ
- حضرات حسنینؑ
- حضرت امام زین العابدینؑ
- حضرت امام محمد باقرؑ
- حضرت امام جعفر صادقؑ
- حضرت امام موسیٰ کاظمؑ
- حضرت امام علی رضاؑ
- حضرت امام محمد تقیؑ
- حضرت امام علی نقیؑ
- حضرت امام حسن عسکریؑ
- حضرت امام مہدیؑ
- اسلامی اتحاد۔ مسلک اہل بیتؑ کی روشنی میں
- دعائے افتتاح

کسی قوم کی قدر و قیمت اور خدمات جاننے کا پیمانہ اسکی تصانیف و تالیفات ہیں

ادارے کی مطبوعات

- کتاب المومن
- درس قرآن
- مکتب تشیع اور قرآن
- مذہب اہل بیتؑ
- فلسفۂ امامت
- تعلیم دین سادہ زبان میں (چار جلد)
- آسان عقائد (دو جلد)
- شیعیت کا آغاز۔ کب اور کیسے
- ہمارا پیام
- آزمائش
- اہل بیتؑ کی زندگی۔ (مقاصد کی ہم آہنگی زمانہ کی نیرنگی)
- صدائے حضرت سجادؑ
- آمریت کے خلاف ائمۂ اطہار کی جد و جہد
- عزاداری۔ احیاء امر ائمہؑ
- تفسیر عاشورا
- انقلاب حسینؑ
- حسینؑ شناسی
- پیام شہیداں
- عاشورا اور خواتین
- عورت پردے کی آغوش میں
- آسان مسائل
- مادیت و کمیونزم
- عوامی حکومت یا ولایت فقیہ
- آئین وہابیت
- نہج البلاغہ سے چند منتخب نصیحتیں
- ۲۰ جواب
- عظیم لوگوں کی کامیابی کے راز
- حضرت محمدؐ
- حضرت فاطمہؑ
- حضرت علیؑ
- حضرات حسنینؑ
- حضرت امام زین العابدینؑ
- حضرت امام محمد باقرؑ
- حضرت امام جعفر صادقؑ
- حضرت امام موسیٰ کاظمؑ
- حضرت امام علی رضاؑ
- حضرت امام محمد تقیؑ
- حضرت امام علی نقیؑ
- حضرت امام حسن عسکریؑ
- حضرت امام مہدیؑ
- اسلامی اتحاد۔ مسلک اہل بیتؑ کی روشنی میں
- دعائے افتتاح

دار الثقافۃ الاسلامیۃ پاکستان

[illegible]